عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۷ | ۹ تا ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۸ تا ۲۲/ دسمبر ۲۰۰۸ء | شمارہ: ۴۶،۴۷

قمری اور ہجری کیلنڈر کی اہمیّت

قربانی کی اہمیّت اور اس کے مسائل

مزاح اور خوش طبعی

اسلام کی نظر میں

مغرب کی اذان اور نماز میں وقفہ

ایک تحقیقی مقالہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا سعید احمد جلال پوری

مجرم کی پشت پناہی کرنا

ڈاکٹر ایم اعجاز بیگ، کراچی

س:...... بعض اوقات جج صاحبان کو بھی یقین ہوتا ہے کہ یہ مجرم ہے کیونکہ جج کے عہدے پر فائز شخص کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا، لیکن وکیل صاحب ایسے پینترے بدل بدل کر ان کو قائل کر لیتے ہیں کہ مجرم صاف بچ نکلتا ہے۔ جب مجرم بری ہوجاتا ہے تو قتل بلکہ کوئی بھی وحشیانہ جرم کرنا اس کے لئے معمولی بات بن جاتا ہے اور وہ یہی عمل دوبارہ کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتا، یہ ایک قسم کی مجرم کی پشت پناہی ہوئی۔ اس بارے میں قرآن و حدیث کیا کہتا ہے اور کیا وکیل صاحب کی یہ آمدنی جو کہ جھوٹ بول کر کمائی گئی ہو وہ حرام ہے یا حلال؟

ج:...... یوں تو جج دلائل سننے کے بعد فیصلہ کرنے کا پابند ہے، لیکن اگر کوئی جج سمجھتا ہے کہ ملزم واقعی مجرم ہے اور اس کا وکیل محض زبان و بیان یا قانونی اینچ پینچ کے ذریعہ اپنے موکل کو سزا سے بچا رہا ہے تو جج کو چاہئے کہ بے شک اس جرم کی وہ سزا جو اس کو ملنا چاہئے تھی، اگر اس کا ثبوت نہیں ہو رہا تو وہ اس کو کوئی ایسی سزا اور تعزیر ضرور دے، جس سے اس کی مجرمانہ سرگرمیوں کا قلع قمع ہوسکے۔ محض وکیل کے دلائل پر مجرم کو چھوڑ دینا درست نہیں، تاہم اگر جج اور قاضی، وکیل کے دلائل پر کسی مجرم کو چھوڑتا ہے تو عند اللہ وہ مجرم نہیں ہوگا، ہاں البتہ مجرم کا وکیل ضرور مجرم ہوگا۔ جان بوجھ کر واقعی مجرم کی پشت پناہی کرنا یا ان کو سزا سے بچانے کی سعی و کوشش کے بدلہ میں فیس وصول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

پرندے پالنا

عبداللہ، کراچی

س:...... ہمارے گھر میں دو پرندے ہیں وہ میرے چچا کے ہیں، اگر میں ان پرندوں کو رہا کروں اور وہ مجھ سے پوچھے اگر میں جھوٹ بولوں تو یہ کیسا ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

ج:...... پرندے پالنا اور ان کو گھر میں رکھنا جائز ہے، لہٰذا آپ اپنے چچا کے پرندے نہ اڑائیں اور نہ اس کے لئے جھوٹ بولیں، اگر آپ نے پرندے اڑائے اور ان کے پوچھنے پر جھوٹ بولا تو گناہگار ہوں گے۔

س:...... نماز عصر سے پہلے جو چار رکعت نفل، سنت ہوتے ہیں وہ پڑھنا کیسا ہے؟

ج:...... عصر سے قبل جو چار رکعت نفل ادا کئے جاتے ہیں، یہ سنت غیر موکدہ ہیں، پڑھیں تو ثواب ہے اور نہ پڑھیں تو کوئی گناہ نہیں۔

س:...... نماز میں کوئی غلطی ہوجائے تو سجدہ سہو کرنا ہے، جب سجدہ سہو ہوجائے تو التحیات پورا پڑھنا ہے یا ورسولہ تک؟

ج:...... نماز میں اگر سجدہ سہو لازم ہوجائے تو احناف کے نزدیک آخری قعدہ میں التحیات عبدہ ورسولہ تک پڑھ کر دائیں جانب ایک سلام پھیر کر دو سجدے کئے جائیں اور پھر پوری التحیات، درود شریف اور دعائیں پڑھ کر سلام پھیرا جائے۔

س:...... آج کل رواج ہے کہ باتھ روم میں وضو کرنے کی جگہ بھی بنائی جاتی ہے، اس جگہ میں وضو کرنا کیسا ہے اور اس میں وہ کلمات جو وضو میں پڑھنا ہے اگر وہ پڑھے تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

ج:...... باتھ روم میں وضو کرنا جائز ہے، اور اگر باتھ روم پاک صاف ہو تو وضو کی دعائیں بھی پڑھی جائیں، تاہم بہتر ہے کہ وضو باتھ روم سے باہر کسی پاک صاف جگہ پر کیا جائے۔

س:...... اگر کوئی نیکر پہنے اور یہ نیکر خراب ہو تو اس کا پہننا کیسا ہے؟

ج:...... نیکر اس پاجامہ کو کہتے ہیں جو عموماً گھٹنوں سے اوپر ہوتی ہے اور احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ واجب الستر ہے، اس لئے ایسی چھوٹی نیکر پہننا جس سے رانیں یا گھٹنے ننگے ہوں حرام ہے اور یہ شرفاء کا لباس نہیں ہے، بلکہ یہ یہود و نصاریٰ کا لباس ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۲۷ — ۹تا۲۳/ذوالحجہ۱۴۲۹ھ مطابق ۸تا۲۲/دسمبر ۲۰۰۸ء — شمارہ: ۴۶، ۴۷

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

قمری اور ہجری کیلنڈر کی اہمیت	۴	مولانا سعید احمد جلال پوری
قربانی کی اہمیت اور اس کے مسائل	۷	مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی مدظلہ
قربانی شریعت و عقل کی روشنی میں	۱۱	مفتی کفیل الرحمٰن نشاط
مزاح اور خوش طبعی، اسلام کی نظر میں	۱۳	مرسلہ: ابو عمیرہ خان
مغرب کی اذان اور نماز میں وقفہ	۱۷	مولانا سعید احمد جلال پوری
قربانی فدائیت کا بہترین نمونہ	۲۲	مولانا مصلح الدین قاسمی
خبروں پر ایک نظر!	۲۳	ادارہ

اعلان

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۴۶، ۴۷ کو یکجا کیا جا رہا ہے، قارئین و ایجنسی ہولڈر نوٹ فرمالیں۔ ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road Multan

Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

قمری اور ہجری کیلنڈر کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اسلام اور پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی عبادات واعمال کو کسی قسم کے نظری اور حسابی اصول وقواعد سے منسلک نہیں فرمایا، بلکہ اس کی بنیاد آنکھوں دیکھے مشاہدہ ومعائنہ پر رکھی ہے، تاکہ ہر خاص وعام، شہری، دیہاتی، لکھا پڑھا اور جاہل اس سے مستفید ہوسکے اور اس کو اپنی عبادات واعمال کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی دقت ومشکل پیش نہ آئے، بلاشبہ قرآن وسنت اور دین وشریعت گواہ ہیں کہ مسلمانوں کی تمام عبادات کا مدار چاند کے طلوع وغروب اور اس کے یومیہ اور ماہانہ دورانیہ پر ہے، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ رمضان، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا تعلق قمری تاریخوں اور مہینوں کے ساتھ ہے، نہ کہ شمس وسورج کے ساتھ، کیونکہ سورج اور شمس ہمیشہ ایک سا رہتا ہے اور اس پر یومیہ طلوع وغروب کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس میں کسی قسم کا کوئی ظاہری تغیر وتبدل یا اس کے حجم میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی، بلکہ سال بھر اس کے طلوع وغروب میں کسی قسم کا کوئی تعطل نہیں ہوتا، لہٰذا سورج سے منسلک سن وسال یا شمسی وعیسوی کیلنڈر کا معاملہ بدیہی نہیں، نظری اور حسابی ہے، جو اول سے آخر تک حساب وکتاب پر موقوف ہے، اور حساب وکتاب پر موقوف شمسی وعیسوی کیلنڈر کے سن وسال اور مہینوں سے صحیح معنی میں وہی لوگ استفادہ کرسکتے ہیں، جو لکھے پڑھے ہوں، یا کم از کم اتنا حساب وکتاب جانتے ہوں، جس سے سن وسال اور مہینہ اور اس کی تاریخ معلوم کی جاسکے، جبکہ اس کے برعکس چاند، مہینے کی ابتدا میں طلوع ہوکر رفتہ رفتہ بڑھنا شروع کردیتا ہے، اور مہینے کی پہلی چودھری تک مسلسل بڑھتا رہتا ہے اور دوسری چودھری شروع ہوتے ہی وہ رفتہ رفتہ گھٹنا شروع کردیتا ہے اور گھٹتے گھٹتے اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ مہینے کی آخری تاریخوں میں مطلع سے غائب ہوجاتا ہے اور نئے مہینے کی پہلی تاریخ سے طلوع ہوکر نئی زندگی شروع کردیتا ہے، اس لئے اسلام اور پیغمبر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کسی ایسی مشقت وتکلیف سے دوچار نہیں کیا، جس کے وہ متحمل نہ ہوسکتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلامی احکام ومسائل اور عبادات واعمال کو مشاہدہ جیسے بدیہی چیز اور سہل الحصول اصول وضابطہ سے منسلک فرماتے ہوئے انہیں قمری رؤیت ومشاہدہ پر موقوف فرمایا۔ چنانچہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ ورمضان کے تحقق وثبوت کو چاند کی رؤیت ومشاہدہ سے منسلک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔“ (مشکوٰۃ، ص:۱۷۴)... چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید کرو...

دیکھئے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ ورمضان کے تحقق وثبوت کو بھی رؤیت وبصر کے بدیہی اصول کے ساتھ وابستہ فرماکر باور کرایا کہ ہر عالم وجاہل، خواندہ وناخواندہ اور شہری ودیہاتی اپنے گھر اور شہر ودیہات میں بیٹھ کر روزہ ورمضان کا خود فیصلہ کرسکے اور وہ اپنی عبادت وعمل میں کسی حساب دان یا فلکیات کے ماہر کا محتاج نہ ہو۔

پھر چونکہ کچھ عبادات یومیہ تھیں تو کچھ سالانہ، کچھ کا دورانیہ دنوں کے حساب سے تھا تو کچھ کا مہینوں سے، اس لئے ضروری تھا کہ سال بھر کے مہینوں اور مہینے کے دنوں کی تعداد بھی بتلادی جائے، اس لئے خالق کائنات نے مہینوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”ان عدۃ الشھور عنداللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموٰت والارض، منھا اربعۃ حرم۔“ (التوبہ:۳۶)

ترجمہ:’’مہینوں کی گنتی: اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں، جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں سے چار مہینے ہیں ادب کے، یعنی حرمت واحترام کے۔‘‘

رہی یہ بات کہ مہینہ کے دنوں کی کیا تعداد ہے؟ اس لئے کہ مہینے کے دنوں کی تعداد معلوم کئے بغیر مہینے کی ابتدا وانتہا کا اندازہ لگانا مشکل بلکہ ناممکن ہے، اس لئے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینے کے دنوں کی تعداد کے بیان کے لئے پھر اسی بصری اصول کو اپناتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اس کی نشاندہی فرمائی، تاکہ ذہنی اور علمی اعتبار سے ہر سطح کا آدمی اس کو سمجھ کر محفوظ کر سکے، چنانچہ فرمایا:

’’انا امة امية لانكتب ولا نحسب، الشهر هكذا، وهكذا وهكذا وعقد الابهام في الثالثة، ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا يعني تمام الثلاثين، يعني مرةً تسعاً وعشرين، ومرة ثلاثين، متفق عليه۔‘‘ (مشکوٰۃ، ص:۱۷۴)

ترجمہ:’’بے شک ہم اُمی لوگ ہیں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں جانتے، پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر ان سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مہینہ اس طرح ہے مہینہ اس طرح ہے، اور تیسری بار ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو بند کر کے فرمایا: مہینہ اس طرح ہے، اس کے بعد تین بار دونوں ہاتھوں کی دسیوں انگلیاں کھول کر ان سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مہینہ اس طرح ہے... یعنی ایک بار انگلیوں کے اشارہ سے مہینے کے ۲۹ دنوں اور دوسری بار انگلیوں کے اشارہ سے مہینے کے تیس دنوں کی نشاندہی کی، گویا بتلایا کہ کبھی مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے تو کبھی ۳۰ دن کا۔‘‘

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلامی عبادات واعمال کا مدار شمسی کے بجائے قمری کیلنڈر پر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان قمری اور ہجری کیلنڈر کو رواج دیں، اس کو محفوظ کر کے خود یاد کریں اور اپنے بچوں اور نئی نسلوں کو اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت سے آگاہ کریں، یہ اور بات ہے کہ حساب وکتاب کے لئے سورج اور ستاروں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

’’لتعلموا عدد السنين والحساب‘‘... تاکہ معلوم کرو تم سن وسال اور حساب کتاب...

لیکن چونکہ عبادات کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی اور ان کے اوقات کے تعین کا تعلق چاند اور قمر سے ہے، اس لئے اس کا محفوظ کرنا، اس کو یاد کرنا ازبس ضروری ہے، چنانچہ حضرات علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ:

’’اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کے لئے چاند کے حساب کو پسند فرمایا، اور احکام شرعیہ اس پر دائر فرمائے۔ اس لئے قمری حساب کا محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے۔ اگر ساری امت قمری حساب ترک کر کے اس کو بھلا دے تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی جائز ہے، لیکن سنت اللہ اور سنت سلف کے خلاف ضرور ہے، اس لئے بلاضرورت اس کو اختیار کرنا اچھا نہیں۔‘‘

(معارف القرآن، ص:۳۷۳)

موجودہ دور میں جب مسلم وکافر سب ہی شمسی کیلنڈر استعمال کرتے ہیں اور عوام وخواص اور جاہل وعالم سب کے استعمال میں یہی شمسی اور عیسوی کیلنڈر ہے تو بطور خاص مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قمری اور ہجری کیلنڈر کی حفاظت کریں، کم از کم اپنے گھروں میں اسلامی اور قمری کیلنڈر رکھیں اپنی گھڑیوں پر اسلامی مہینوں کی تاریخ لگائیں اور اپنے بچوں اور گھر والوں کو اسلامی مہینوں کے نام، اسلامی سال کے دنوں اور مہینے کی تاریخوں سے آشنا کریں اور ممکنہ حد تک اپنے نجی معاملات میں اسلامی کیلنڈر کو رواج دیں، اگر خدانخواستہ اس طرف توجہ نہ دی گئی تو اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ اسلامی کیلنڈر ہماری زندگی سے نکل جائے اور ہم من حیث القوم فرض کفایہ کے ترک کی بنا پر گناہ کے مرتکب ہو جائیں۔

اشہر حرم اور عشرہ ذوالحجہ کے اعمال

اس سے قبل ہم عرض کر چکے ہیں کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے... رجب المرجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام... نہایت ہی عزت و احترام اور عظمت وحرمت کے مہینے ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ''منہا اربعۃ حرم ''...ان میں سے چار حرمت والے ہیں...سوال یہ ہے کہ ان چاروں مہینوں کو کس بنیاد پر حرمت والا قرار دیا گیا؟ اس سلسلہ میں غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ان مہینوں کو حج جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی میں سہولت پیدا کرنے کے لئے یہ عزت وحرمت عطا کی گئی ہے تاکہ ان مہینوں میں حج پر آنے، جانے والوں سے کوئی تعرض نہ کر سکے، چنانچہ اس غرض سے ان چار مہینوں میں قتل وقتال کو حرام قرار دیتے ہوئے ان کو ''اشھر حرم '' کے اعزاز سے نوازا گیا۔ جس طرح حج کی برکت سے ان چار مہینوں کو عزت وحرمت کا مقام حاصل ہوا ہے، اسی طرح عشرہ ذوالحجہ کو بھی اس کی برکت سے ایک خاص فضیلت سے نوازا گیا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے عشرہ ذوالحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں، ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

اسی طرح قرآن مجید کی سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے جن دس راتوں کی قسم کھائی ہے، جمہور علماء کے قول کے مطابق وہ دس راتیں بھی اسی عشرہ ذوالحجہ کی راتیں ہیں، خصوصاً نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کے کفارہ کا موجب ہے اور عید کی رات بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بھی بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

ذوالحجہ کا مہینہ جہاں بہت بڑی عظمتوں اور فضیلتوں کا حامل ہے، وہاں وہ گناہگاروں کی امیدوں کا سہارا بھی ہے، اس میں جہاں عشرہ ذوالحجہ، اس کے روزے، اس کی بابرکت راتیں اور خصوصاً دس ذوالحجہ کی رات، ہے وہاں اس میں قربانی جیسی عظیم عبادت بھی ہے کہ اس سے ہر صاحب نصاب انسان مستفید ہو سکتا ہے اور معمولی سے نفقہ سے نیکیوں کا پہاڑ جمع کر سکتا ہے۔

چنانچہ مسند احمد میں ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ کرامؓ نے پوچھا: ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بال کے عوض ایک نیکی ہے، اون کے متعلق فرمایا: اس کے ایک ایک بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قربانی کے دن اس سے زیادہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، قیامت کے دن قربانی کا جانور سینگوں، بالوں، کھروں کے ساتھ لایا جائے گا اور خون کے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کی سند لے لیتا ہے، اس لئے قربانی خوش دلی سے کیا کرو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: قربانی سے زیادہ افضل کوئی دوسرا عمل نہیں، الا یہ کہ رشتہ کا پاس کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی قربانی ذبح ہوتے وقت موجود رہو، کیونکہ خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے انسان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی اور جس عمل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار کیا اور کسی سال بھی نہ چھوڑا ہو، یہ اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اس لئے قربانی کرنا ہر صاحب نصاب پر واجب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہ کرنے والوں پر وعید فرمائی ہے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ: ''جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔''

اس لئے اہل اسلام اور خصوصاً اصحاب استطاعت سے درخواست ہے کہ اس عبادت کو ہرگز ترک نہ کریں۔

قربانی کی جگہ کسی ادارے یا افراد کو رقم دینے سے یہ فضیلت وثواب حاصل نہ ہوگا، کیونکہ ہر عمل کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے، لہٰذا قربانی کی جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائی ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہ اجر وثواب نہیں ملے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی مدظلہ

قربانی کی اہمیت اور اس کے مسائل

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں' قربانی کے ایام میں سب نیکیوں سے بڑھ کر نیکی قربانی کرنا ہے۔ قربانی کے جانور کا ذبح کرنے کے وقت سب سے پہلے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے' اس سے پہلے ہی قربانی اللہ کے یہاں قبول ہو جاتی ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص:۱۲۸)

اسی طرح حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قربانی کے جانور کے جسم پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔" (مشکوٰۃ ص:۱۲۹)

اس طرح ایک قربانی سے لاکھوں' کروڑوں نیکیاں مل جاتی ہیں۔ جس پر قربانی واجب ہے وہ بھی نیت زیادہ سے زیادہ ثواب وتقرب کی کرے' واجب تو ادا ہو ہی جائے گا' لیکن اس نیت کی وجہ سے ثواب زیادہ سے زیادہ مل جائے گا۔

قربانی خود اپنی طرف سے اور اپنے زندہ اور مردہ بزرگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی کی جاسکتی ہے۔

قربانی کی ابتداً دو قسمیں ہیں: واجب' مستحب۔ واجب کی چند صورتیں ہیں:

(الف) اگر کسی نے قربانی کی نذر کی ہو تو نذر کی وجہ سے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ خواہ نذر کرنے والا فقیر ہو یا غنی۔

(ب) اگر کسی فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اس سے بھی قربانی ضروری اور واجب ہوتی ہے۔

"قربانی کے جانور کے جسم پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔" (مشکوٰۃ ص:۱۲۹)

(ج) اگر کسی نے قربانی کے لئے وصیت کی ہے اور مال بھی چھوڑا ہے' جس سے قربانی ہو سکے تو اس وصیت کی رو سے ولی یا وصی پر قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

(د) جو مسلمان مرد اور عورت' عاقل و بالغ مقیم ہو اور صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے۔

اور واجب کی تمام اقسام میں سے نذر والی قربانی کا گوشت مستحقین میں صدقہ کرنا ضروری ہے۔ صاحب نذر خود اور اس کے اصول اور فروع' غنی نہیں کھا سکتے' یہی حکم وصیت کا بھی ہے' باقی تمام قربانی اور صاحب نصاب کی واجب والی قربانی کا گوشت خود اور تمام رشتہ دار غنی و فقیر سب کھا سکتے ہیں۔

نابالغ بچے اور مجنون کے پاس اگر مال ہو تو ان پر قربانی صحیح قول کے مطابق ضروری اور واجب نہیں' ولی کے لئے ان کے مال سے قربانی کرنا درست نہیں' البتہ اپنے مال سے ولی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا باپ کے ذمہ ضروری نہیں' اگر اولاد خود مالدار ہے تو وہ خود قربانی کرے یا باپ کو اجازت دیوے' بالغ اولاد کی اجازت سے باپ ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے' یہی حکم بیوی کے لئے بھی ہے کہ شوہر کے ذمہ اس کی قربانی ضروری نہیں' البتہ شوہر بیوی کی اجازت سے اس کی قربانی کر سکتا ہے۔

مالدار صاحب نصاب مسافر پر قربانی واجب نہیں' خواہ سفر حج ہو یا کوئی اور سفر' البتہ مستحب یہ ہے کہ سہولت اور مال موجود ہونے کی صورت میں قربانی کی جاوے۔

قربانی کے ایام ثلثہ: دس' گیارہ اور بارہ تاریخ میں سے اگر آخری روز مقیم ہو گیا بلکہ آخری گھنٹہ میں بھی مقیم ہو گیا تو قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

نصاب قربانی:

وجوب قربانی کا نصاب وہی ہے جو صدقۂ فطر کے لئے ہے۔

جس کے پاس رہائش کا مکان' کھانے پینے کا سامان' استعمال کے کپڑے' دیگر ضروری الاستعمال اشیاء سواری وغیرہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا

ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر نقد رقم اور دوسرے سامان، مکان، گاڑی موجود ہوں تو اس پر قربانی واجب ہے۔

واضح رہے کہ نصاب قربانی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس پر سال گزر جاوے، یہ بھی ضروری نہیں کہ مال تجارت ہو یا مال زکوٰۃ بلکہ حوائج ضروری سے زائد جو بھی مال ہوگا اس کا اعتبار ہوگا۔

لہٰذا جس کے پاس رہائش کے مکان کے علاوہ زائد مکان موجود ہے، خواہ تجارت کے لئے ہو یا نہ ہو، ضروری مکان کے لئے پلاٹ کے علاوہ پلاٹ ہیں، ضروری سواری کے علاوہ دوسری گاڑیاں ہیں تو یہ شخص قربانی کے حق میں صاحب نصاب ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔

تجارتی سامان خواہ کوئی بھی چیز ہو اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہیں، اس کے مالک پر قربانی واجب ہوگی۔

اور اگر مہر موجل ہے تو اس کی وجہ سے عورت پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

صاحب مکتبہ، کتابوں والا اگر ذاتی مطالعہ کے لئے ہیں، ایک نوع کی کتاب کے متعدد نسخے نہیں ہیں، تو نصاب میں اس کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ دوسرے مال کا اعتبار ہوگا۔

اگر کتب خانہ ایسے آدمی کے پاس ہے جو خود تعلیم یافتہ نہیں بلکہ دوسروں کے مطالعہ کے لئے رکھی ہیں تو صاحب کتب پر قربانی واجب ہوگی۔

کاشتکار اور کسان جن کے پاس ہل چلانے اور دوسری ضرورت کے علاوہ جانور اتنے موجود ہیں کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہیں تو اس کی وجہ سے قربانی واجب ہے اور اگر ایسا نہیں اور دوسرا کوئی مال نہیں تو قربانی واجب نہیں۔

قربانی کے ایام میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔ اس کے بدلہ میں رقم صدقہ کر دینا، حج کرنا، کرانا، کسی غریب کو امداد کر دینا کافی نہیں۔ ان چیزوں کو کرنے کے باوجود صاحب نصاب قربانی نہ کرنے کا گناہ گار ہوگا۔

قربانی میں نیابت درست ہے کہ ایک دوسرے شخص کے لئے نائب اور وکیل بنے اور قربانی کرے، خواہ دونوں ملک میں ہوں یا دو ملکوں میں۔

صاحب قربانی اگر قربانی کے لئے رقم کسی ملک میں بھیج دیوے اور کسی کو قربانی کے لئے کہہ دے تو اس طرح رقم بھیج کر قربانی کرنا بھی درست ہے۔

اگر ایک جانور قربانی کی نیت سے خریدا گیا اور اس کے بدلہ میں دوسرا جانور دینا چاہیں تو دوسرا جانور اس سے کم قیمت پر نہ دیں۔ اگر اس سے کم قیمت پر خریدا تو پہلے اور دوسرے جانور کی قیمت میں جتنا فرق ہے اس کو صدقہ کر دیوے۔

قربانی خود اپنی طرف سے اور اپنے زندہ اور مردہ بزرگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی کی جاسکتی ہے۔

قربانی کے لئے صاحب نصاب کا خریدا ہوا جانور اگر گم ہوگیا اور دوسرا خرید لیا بعد میں پہلا بھی مل گیا تو دونوں میں سے کسی ایک کا کرنا واجب ہے، دونوں کا کر دینا مستحب ہے، لیکن فقیر نے اگر ایسا کیا تو اس پر دونوں کا قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی کی نیت سے جانور خریدا، عین ذبح کے وقت صاحب قربانی کو نیت کا خیال نہ رہا تو قربانی ہو جائے گی۔

بکری، دنبہ، بھیڑ میں صرف ایک شخص کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بڑے جانور گائے، اونٹ، بھینس میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

چند افراد مل کر مشترکہ رقم سے کسی میت کے لئے ایک حصہ قربانی نہیں کر سکتے، البتہ اس کے لئے ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب لوگ اپنے حصے کی رقم کسی ایک کو ہبہ کر دیں اور وہ ایک حصہ قربانی کا جس کے نام پر کرنا چاہتے ہیں کر دے۔ اس طرح قربانی بھی ہو جائے گی اور میت کو ثواب بھی مل جائے گا۔

اگر قربانی کے جانور میں شریک افراد میں سے کسی نے ثواب کی نیت نہ کی، نہ ہی واجب ادا کرنے کی نیت کی ہے بلکہ گوشت کھانے یا شادی کی دعوت نمٹانے کی نیت کی تو اس سے قربانی صحیح نہ ہوگی اور کسی کی نہیں ہوگی۔

قربانی کے جانور میں شریک افراد میں سے کسی نے نفل قربانی، اور کسی نے واجب کی نیت کی، یا کسی نے قربانی اور دوسرے نے عقیقہ کی نیت کی تو قربانی ہو جائے گی، کیونکہ سب کی نیت میں تقرب الی اللہ ثواب حاصل کرنا موجود ہے۔

شریک نے اگر دوسرے کو وکیل اور نائب مقرر کر دیا ہے تو جانور خریدنے اور ذبح کرنے میں نائب کی نیت کافی ہے کہ وہ اصل کی جانب سے قربانی دیوے۔

اگر شرکاء میں سے کسی ایک نے جانور کو ذبح کر دیا ہے اور کچھ شرکاء کو خبر بھی نہیں تو اس سے قربانی نہیں ہوگی اور کسی کی نہیں ہوگی۔

قربانی کا جانور اور اس کی تفصیلات:

خصی جانور کی قربانی درست ہے، بلکہ بہتر ہے۔

قربانی کے جانوروں کے لئے بہتر یہ ہے کہ موٹے تازے ہوں، خوبصورت ہوں اور کوئی ایسا

جس کے پاس رہائش کا مکان‘ کھانے پینے کا سامان‘ استعمال کے کپڑے‘ دیگر ضروری الاستعمال اشیاء سواری وغیرہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر نقد رقم اور دوسرے سامان‘ مکان‘ گاڑی موجود ہوں تو اس پر قربانی واجب ہے۔

عیب نہ ہو جس سے جانور دیکھنے میں بہت برے معلوم ہوں۔

قربانی کے جانور دو قسم کے ہیں: چھوٹے مثلاً: بکرا‘ بکری‘ بھیڑ‘ دنبہ اور بڑے مثلاً: گائے‘ بیل‘ بھینس‘ بھینسا‘ اونٹ‘ اونٹنی‘ انہیں جانوروں کی قربانی درست ہے‘ اس کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

کسی نے جانور خریدنے کے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت کی ہے یا نہیں کی تو دونوں صورت میں خریدار اگر غنی ہے تو دوسرے کو شریک کرسکتا ہے۔ البتہ اگر خریدار فقیر ہے تو کسی کو شریک کرنے کی نیت سے دوسرے کو شریک کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔

بکرا‘ بکری کی قربانی ایک سال سے کم عمر میں صحیح نہیں‘ خواہ ایک گھنٹہ بھی کم کیوں نہ ہو۔ گائے بھینس میں دو سال سے کم عمر میں قربانی درست نہیں‘ اور اونٹ‘ اونٹنی کی پانچ سال سے کم عمر میں قربانی درست نہیں‘ دانت نکلنا ضروری نہیں بلکہ مدت پوری ہونی شرط ہے۔

دنبہ اور بھیڑ اگر دیکھنے میں اتنے موٹے ہوں کہ سال بھر عمر کے معلوم ہوں تو ان کی قربانی درست ہے۔

جو جانور کانا یا اندھا ہو یا آنکھ کی تہائی روشنی ختم ہوگئی ہے تو اس سے قربانی درست نہیں۔

پیدائشی اعتبار سے جس جانور کا سینگ نہیں اس کی قربانی درست ہے۔ اسی طرح سینگ اگر ٹوٹ چکا ہے لیکن بنیادی جڑ باقی ہے‘ ابھری ہوئی ہڈی نظر آتی ہے تو اس کی قربانی درست ہے ورنہ نہیں۔

جس جانور کا پیدائشی طور پر کان نہیں یا دم نہیں‘ یا کان اور دم سے ایک تہائی سے زیادہ حصہ نہیں ہے تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کان اور دم دو تہائی باقی ہیں تو اس کی قربانی درست ہوگی۔

جس جانور کے عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے دانت سارے گرگئے لیکن گھاس اور چارہ کھانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تو اس کی قربانی ہوجائے گی۔ (کمافی الہندیہ) لیکن اچھی طرح اگر وہ گھاس وغیرہ نہیں کھاسکتا تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

جس جانور کی ناک نہیں‘ کٹ چکی ہو‘ اس کی قربانی درست نہیں۔ جو جانور ترچھی آنکھوں سے دیکھتا ہے‘ اس کی قربانی درست ہے۔

جس کے بال کٹے ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے‘ البتہ قربانی کے لئے خریدنے کے بعد بال وغیرہ کا ٹنا مکروہ ہے۔

جس جانور کا تھن نہیں یا ہے لیکن خشک ہوچکا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

جو جانور لنگڑا ہو‘ تین پاؤں پر چلتا ہو اس کی قربانی درست نہیں‘ البتہ اگر چوتھائی پاؤں پر ٹیک لگا کر چل سکتا ہے تو قربانی جائز ہے۔

اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں‘ البتہ اگر اتنا دبلا نہیں صرف کمزور ہے باقاعدہ چل پھر سکتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

جس جانور کو کھجلی یا کوئی جلدی بیماری ہے اور اس کا اثر گوشت تک نہ پہنچا ہو تو اس کی قربانی درست ہے‘ اور اگر بیماری اور زخم کا اثر گوشت تک پہنچا ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے۔

قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اگر ایسا کوئی عیب پیدا ہوگیا‘ جس کی وجہ سے قربانی درست نہ ہو تو اس سے قربانی نہ کی جاوے بلکہ اس کی جگہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے‘ البتہ صاحب قربانی اگر فقیر تھا تو اس کے لئے وہی کافی ہے۔

ذبح کی تیاری میں اگر کوئی عیب پیدا ہوگیا‘ ٹانگ ٹوٹی یا آنکھ خراب ہوگئی تو کوئی حرج نہیں‘ اس کی قربانی صحیح ہے۔

ذبح کرنے کے وقت صاحب قربانی کا موجود رہنا مستحب ہے اور خود ذبح کرسکتے تو خود کریں ورنہ قصائی کے ذریعہ ذبح کریں: بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کی تلقین کرے‘ تاکہ غلطی نہ کرے۔

ذبح کرنے کے وقت اگر یاد ہو تو یہ دعا پڑھے ورنہ کوئی دعا ضروری نہیں‘ دل سے نیت کافی ہے۔

دعا اگر پڑھنا چاہیں تو یہ ہے:

”انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللھم منک ولک۔“

پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردے‘ اور ذبح

کرنے کے بعد اگر یاد ہو تو یہ دعا پڑھے:

"اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیھما الصلوۃ والسلام."

دعا اگر یاد نہ ہو تو ضروری نہیں کہ یاد کرے پھر ذبح کرے۔

قربانی کی ایام اور اوقات:

شہروں میں جہاں نماز عید ہوتی ہو وہاں پر نماز عید سے قبل قربانی کے جانور کا ذبح کرنا درست نہیں' البتہ گاؤں جہاں پر عید کی نماز نہیں ہوتی فجر کے بعد ذبح کرسکتے ہیں۔

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح سے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ایام نحر' قربانی کے دن ہیں' اس کے آگے اور پیچھے قربانی صحیح نہیں۔

قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کی جگہ پر رقم صدقہ کردینا' حج کرنا یا کسی کو امداد کردینا یا پورا جانور صدقہ کرنا کچھ بھی درست نہیں' اس سے قربانی ادا نہ ہوگی۔

کسی غفلت سے اگر قربانی کے ایام میں قربانی نہیں کرسکے تو بعد میں ایک قربانی کی رقم صدقہ کردینا واجب ہے۔

اگر قربانی کے ایام میں جانور خریدنے کے باوجود کسی عذر شدید کی بنا پر قربانی نہیں کرسکے تو اس جانور کو صدقہ کردے' اب اس کو ذبح کرکے کھانا درست نہیں۔

قربانی کے دنوں میں جانور کو ذبح کرنے سے قبل اگر صاحب قربانی کا انتقال ہوگیا تو قربانی ساقط ہوگئی' بشرطیکہ آدمی غنی ہو فقیر نہ ہو' البتہ ورثاء اگر میت کی جانب سے قربانی کردیں تو بہتر ہے۔

قربانی کے ایام میں رات کو ذبح کرنا بھی درست ہے' البتہ مکروہ ہے بہتر نہیں۔

قربانی کے ایام میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔ اس کے بدلہ میں رقم صدقہ کردینا' حج کرنا' کرانا' کسی غریب کو امداد کردینا کافی نہیں۔ ان چیزوں کو کرنے کے باوجود صاحب نصاب قربانی نہ کرنے کا گناہ گار ہوگا۔

قربانی کا گوشت:

قربانی اگر نذر اور وصیت کی ہو تو اس کا گوشت فقراء و مساکین میں صدقہ کردینا ضروری ہے۔ صاحب قربانی یا اس کے اصول وفروع اور غنی اس کا گوشت نہیں کھاسکتے' اس کے علاوہ ہر قسم کی قربانی کا گوشت خود صاحب قربانی اور تمام رشتہ دار کھاسکتے ہیں' فقیر و غنی سب کھاسکتے ہیں۔

ایک تہائی گوشت کا فقراء و مساکین میں تقسیم کردینا اور ایک تہائی عزیز و اقارب کو دینا اور ایک تہائی اپنے بال بچوں کے لئے رکھنا مستحب ہے۔

قربانی کے جانور خریدنے کے بعد اس کا دودھ نکالنا' بال کاٹنا یا اس سے کوئی فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہے۔ جتنا فائدہ حاصل کیا ہو' اتنی مقدار رقم صدقہ کردینا ضروری ہے' نکالا ہوا دودھ اور کاٹے ہوئے بال اگر موجود ہوں تو اسے صدقہ کردینا چاہئے۔

کھانے کی چیز کے علاوہ کسی دوسری چیز کے بدلے میں قربانی کا گوشت دینا یا فروخت کرنا یا قصائی اور ملازم کو اجرت میں دینا جائز نہیں' اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کی مقدار پیسے صدقہ کردے۔

قربانی کی کھال خود صاحب قربانی اپنے استعمال میں لاسکتا ہے' یا کسی دوست کو استعمال کے لئے ہبہ کرسکتا ہے۔ خود فروخت کرکے پیسے استعمال نہیں کرسکتا' نہ ہی فروخت کرکے پیسے لے کر کسی غنی کو دے سکتا ہے۔

کسی ملازم کی تنخواہ کے عوض میں خواہ نجی ملازم ہو یا اوقات کا ملازم ہو' امام و موذن یا خادم ہو ان میں سے کسی کو قربانی کی کھال نہیں دے سکتے' مگر یہ کہ مستحق زکوۃ ہو۔

قربانی کی کھال یا اس کی رقم کسی ایسی جماعت یا انجمن وغیرہ کو دینا درست نہیں جو کہ اس کی رقم مستحقین میں صرف نہیں کرے گی' بلکہ جماعتی اور ادارے کی پروگرام مثلاً کتابوں اور رسائل کی طباعت' یا ہسپتال شفاخانے کی تعمیر' کارکنوں اور ورکروں کی تنخواہ میں صرف کرے گی' کیونکہ کھالوں کی رقم مستحقین کے ملک میں دینا ضروری ہے۔ البتہ ایسے ادارے اور انجمن کو دینا درست ہے کہ وہ واقعی مستحقین زکوۃ و صدقات پر رقم خرچ کرے گی۔

کھالوں اور ان کی رقم کے بارے میں لوگ عام طور پر بے احتیاطی کرتے ہیں اور بھاری رقم خرچ کرکے جو قربانی کرتے ہیں اسے خراب کردیتے ہیں۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

ایام تشریق ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہ تاریخ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بالغ مرد اور عورت پر تکبیر تشریق معمولی اونچی آواز سے ادا کرنا واجب ہے۔ تکبیر تشریق یہ ہے:

"اللہ اکبر' اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد."

☆☆..........☆☆

مفتی کفیل الرحمٰن نشاط

قربانی

شریعت وعقل کی روشنی میں!

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کے لئے جانوروں کا غذا بننا اور گوشت کا استعمال تخلیق کی ابتدا سے ثابت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے درمیان اختلاف دور کرنے اور قطعی فیصلہ کے لئے یہ تجویز پیش فرمائی کہ دونوں اپنی اپنی قربانی کے لئے جانور پیش کریں' اس تجویز کے مطابق دونوں نے قربانی پیش کی۔ ہابیل نے ایک فربہ دنبہ کی قربانی کی اور دستور کے مطابق اسے آسمانی آگ آکر کھا گئی جو قربانی قبول ہونے کی علامت تھی۔

اس جگہ اس قربانی کا بیان مقصود ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ربانی میں اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیش کی' اپنی طرف سے حکم ربانی کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور بیٹے کو لٹا کر اس کی گردن پر چھری چلادی مگر عنداللہ مقصد حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنا نہیں تھا بلکہ جذبہ اطاعت کی آزمائش تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش پر پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے "ذبح عظیم" سے نوازا۔

بعض روایات میں ہے کہ: "ونادیناہ ان یآ ابراھیم (اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیمؑ) ابراہیم علیہ السلام نے سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے۔ بہرحال یہ بہشتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے صاحبزادے کی جگہ ذبح کیا' پھر ان دونوں کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے بعد والوں کے لئے اس کا حکم فرمایا۔ ۲ ہجری میں قربانی کا حکم ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ ذی الحجہ کو دو رکعت نماز عید ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربان کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا' اس کے بعد آپ ہر سال قربانی فرماتے رہے۔

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان قربانیوں کے بارے میں پوچھا تو ارشاد ہوا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے قربانی کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جو قربانی کرو پورے اخلاص کے ساتھ کرو۔

ارشاد ربانی: "لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔" (الحج:۳۷) میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے پاس قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا ہے اور نہ وہ دراصل قربانی کا مقصد ہے بلکہ اصل مقصود قربانی اللہ کا نام لینا اور حکم ربانی کی تعمیل ہے۔ یہی حکم دوسری عبادتوں کا بھی ہے۔ مثلاً نماز میں حقیقتاً نشست و برخاست مطلوب نہیں اور روزوں کا مقصد صرف بھوکا پیاسا رہنا اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھانا نہیں بلکہ اصل منشاء حکم ربانی کی تعمیل ہے' اگر یہ عبادتیں اخلاص سے خالی ہوں تو روح کے بغیر یہ محض ڈھانچہ ہوگا' لیکن عبادتوں کی شرعی شکل اور ڈھانچہ بھی اس وجہ سے ناگزیر ہے کہ منجانب اللہ اس کا حکم بجالانے کی خاطر یہ صورتیں منتخب کردی گئیں۔

آیت کریمہ "ولکل جعلنا منسکا" (الآیۃ) میں بعض مفسرین نے "منسکا" کے معنی قربانی کے لئے ہیں اور اس اعتبار سے معنی یہ ہوجائیں گے کہ امت محمدیہ کو دیا گیا حکم قربانی یہ حکم نیا نہیں' سابقہ امتوں پر بھی قربانی کی عبادت تھی۔ جس طرح نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں عظیم ترین عبادت ہے اور اسے شان امتیازی حاصل ہے ٹھیک اسی طرح قربانی کو ان عبادات میں اس وجہ سے خصوصی امتیاز و اہمیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی بت پرستی کے شعار کے خلاف ایک طرح کا جہاد ہے۔ اس لئے کہ بت پرست اپنی قربانیاں بتوں کے نام پر کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم کی دوسری آیت میں بھی نماز کے ساتھ قربانی کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جو تین دن متعین فرمائے یہ بہت سی مصلحتوں پر مشتمل اور مزاج شریعت کے عین مطابق ہے۔

ان میں ایک مصلحت اجتماعیت ہے جو شرعاً پسندیدہ ومطلوب ہے' اہم عبادتوں پر نظر ڈالئے تو وہاں اجتماعیت اور شان اتحاد اسلامی کے مظاہر کی پسندیدگی واضح ہوگی مثلاً نماز کو لیجئے کہ پانچ وقت جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوا کہ اس طرح اہل محلہ اور محدود دائرے میں مسلمانوں کے حالات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے دکھ درد سے واقف ہوکر اس کے مناسب تدبیر کرسکتا ہے پھر اس کا دائرہ اور وسیع کرتے ہوئے ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ واجب کی گئی کہ اس کے ذریعہ اتحاد اسلامی اور یگانگت

لوگوں کے عیب نہ ٹٹولو ورنہ اللہ تعالیٰ رسوا کردے گا

حدیث شریف میں ہے: "بندگانِ خدا کو ایذا نہ دو، انہیں عار نہ دلاؤ، ان کی پوشیدگیاں نہ ٹٹولو، جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ٹٹولے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بُری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔" (تفسیر ابن کثیر،۳/۴۹۲)

کا مظاہرہ ہو پھر سال بھر میں دو مرتبہ نماز عیدین مقرر کی گئی کہ اتحاد کے مظاہرہ کے علاوہ شہر کے لوگوں کے حالات سے بھی کافی حد تک واقفیت ہو' اسی روح اتحاد کا مظاہرہ روزہ میں بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے ایک مہینہ مقرر کیا گیا کہ تمام مسلمان ایک ہی وقت اس فریضہ کی ادائیگی کریں' ان اجتماعی عبادتوں کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ مخصوص عبادات کے ماحول میں ڈھل جاتا ہے۔

پھر قربانی کے تین دن متعین کرنے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ تاریخ اسلام کے اس یادگار دن کی یاد لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے' جس میں جلیل القدر باپ بیٹے حکم ربانی کی تعمیل پر برضا و رغبت تیار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور کڑی آزمائش میں پورے اترنے کی تصدیق فرمائی۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عبادت کی جو شکل متعین فرمادی' اسی طرح اسے ادا کرنا ضروری ہے' اپنی رائے سے کسی چیز کو اس کا بدل قرار نہیں دے سکتے۔ البتہ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا کوئی بدل تجویز فرمادیا ہو تو اور بات ہے' مثلاً اگر نماز کی جگہ کوئی شخص اپنا تمام مال صدقہ کردے تو اس کو ایک فرض نماز کا بھی بدل نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طریقہ سے اگر قربانی کی جگہ کوئی خواہ کتنا ہی نیک کام کرے اور قربانی کے ان متعین تین دن میں صاحب استطاعت ہوتے ہوئے قربانی نہ کرے تو اسے حکم ربانی کی خلاف ورزی کرنے والا کہا جائے گا اور اس کا دوسرا نیک کام قربانی کا بدل نہ بن سکے گا۔

حاصل یہ ہے کہ ہر کام اور ہر عبادت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی جوں کی توں تعمیل ضروری ہے اور کسی کو اس میں اپنی طرف سے معمولی رد و بدل اور اس کے خلاف کا بھی حق نہیں۔

دور حاضر میں ایک طبقہ جو بزعم خویش روشن خیال مگر حقیقتاً گمراہ ہے لوگوں کو اس طرح ورغلاتا ہے کہ یہ کثیر رقم جو قربانیوں پر خرچ کی جاتی ہے اس کی جگہ اگر کوئی رفاہی کام کیا جائے اور ملی ترقی کے کاموں میں اسے صرف کیا جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کثیر رقم قربانیوں پر ضائع کی جائے۔ مگر یہ واقعتاً زبردست دھوکہ دہی ہے' اسلام کی نگاہ میں رفاہی امور اور ملی ترقی کے کاموں سے بڑھ کر سب سے زیادہ اہمیت اس کی ہے کہ مسلمان شرک اور ابہام شرک سے محفوظ رہیں' توحید ربانی پر ان کا عقیدہ مستحکم ہو' اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے اعتراف' اس کی رضا جوئی اور شکر بجالانے اور صرف اس کی عبادت میں ان کی زندگی ڈھلی ہوئی ہو اور رضائے ربانی کی خاطر اپنی جان و مال نچھاور کرنے پر ہمہ وقت تیار و مستعد ہوں۔

قربانی انہیں عبادات میں سے ایک عبادت ہے جس کی ادائیگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دی ہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کرنا رضائے ربانی کا سبب' اعتراف کبریائی کی ایک دلیل او شکر ربانی کی ادائیگی کا مظہر ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "المصالح العقلیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"دراصل قربانی کیا ہے ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم سب پڑھ سکتے ہیں' وہ تعلیم یہ ہے کہ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں وہ "وھو یطعم ولا یطعم" ہے ایسا پاک اور عظیم الشان نہ تو کھالوں کا محتاج ہے اور نہ گوشت چڑھانے کا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہو جاؤ اور یہ بھی تمہارا قربان ہونا ہے کہ اپنے بدلہ اپنا قیمتی پیارا جانور قربان کردو۔"

جو لوگ قربانی کو خلاف عقل کہتے ہیں وہ سن لیں کہ کل دنیا میں قربانی کا رواج ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے قربان کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کی قوموں پر نظر ڈالئے تو کوئی قوم ایسی نہیں ملے گی جو اپنی تقریبات اور تہواروں پر لاکھوں' کروڑوں روپے صرف نہ کرتی ہو' اس کے تمدنی' اخلاقی اور اجتماعی بڑے فوائد ہیں' پھر دوسری قوموں کے تہواروں اور تقریبات پر نظر ڈالئے کہ ان میں وہ اعلیٰ پاکیزہ' روحانی' اخلاقی روح نہیں پائی جاتی جو عید الاضحیٰ میں ہے۔

☆☆..........☆☆

مرسلہ: ابو عمیرہ خان

مزاح اور خوش طبعی

اسلام کی نظر میں

اسلام ایک کامل ومکمل دین ہے، جو دنیائے انسانیت کے لئے خالق کائنات کا ایک بہترین تحفہ اور بے مثال نذرانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس اس کے احکام وقوانین وضع فرمائے ہیں، اور یہ احکام و قوانین عین انسانی فطرت سے ہم آہنگ اور موافق ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق انسانیت ہے، اسی نے انسانی فطرت اور مزاج تخلیق فرمایا ہے، لہٰذا اس سے زیادہ انسان کا مزاج شناس اور فطرت شناس اور کون ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلامی احکام اور قوانین میں جو انسانی مزاج اور فطرت کی رعایت نظر آتی ہے، بلاشک وشبہ اس کی نظیر اور مثال دنیائے انسانیت کے کسی قانون اور دستور میں دستیاب نہیں، یہی وجہ ہے کہ خود ساختہ انسانی قوانین کا ردوبدل اور ترمیم وتنسیخ کے بھینٹ چڑھنا ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ بنا ہوا ہے، مگر قوانین اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی بلکہ وہ ہر ملک کے باسی اور ہر صدی کے پیدائشی انسان کے مزاج اور فطرت کے موافق ومطابق ہیں۔ فطرت سلیمہ نے کسی قانون شرعی میں ردوبدل کا نہ کبھی مطالبہ کیا ہے اور نہ کرے گی (انشاء اللہ) ہاں فطرت خبیثہ رذیلہ اس کا مطالبہ کرتی رہتی ہے، مگر اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کسی حکم شرعی میں کوئی نقص یا خامی ہے بلکہ اس کی وجہ خود مطالبہ کرنے والی فطرت کا نقص اور کجی ہے۔

الغرض اسلام نے وضع قانون میں انسانی مزاج اور فطرت کی بدرجہ اتم رعایت برتی ہے، خوشی ہو یا غمی، صحت ہو یا مرض، بچپن ہو یا جوانی یا بڑھاپا۔ شریعت نے ہر حال، ہر آن اور ہر مرحلہ پر انسانی مزاج کے موافق احکام وقوانین مقرر کئے ہیں۔

مزاح اور خوش طبعی

مزاح اور خوش طبعی یا مذاق اور دل لگی ایک ایسی پُر کیف اور سرور آور کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تقریباً ہر انسان میں ودیعت فرمائی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ مادہ کسی میں کم تو کسی میں کوٹ کوٹ کر رکھا ہے سرور و انبساط کے موقع پر انسان سے بکثرت اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ بلاشبہ ایک عظیم نعمت خداوندی ہے، جو دلوں کی پژمردگی کو دور کرکے ان کو سرور وانبساط کی کیفیت سے ہمکنار کرتا ہے۔ عقل وفہم کے تعب و تکان کو زائل کرکے نشاط اور چستی سے معمور کرتا ہے۔ جسمانی اضمحلال کو ختم کرکے فرحت وراحت سے آشنا کرتا ہے، روحانی تکدر اور آلودگی کو مٹا کر آسودگی کی نعمت سے روشناس کراتا ہے، بارہا دیکھا گیا ہے کہ غمزدہ اور مصیبت کے مارے انسان کے سر سے غم و اندوہ کے بادلوں کو ہٹانے اور چھٹانے کے لئے اسی نعمت سے کام لیا جاتا ہے۔

الغرض مزاح اور دل لگی انسانی فطرت کا ایک لازمی حصہ ہے جو خود خالق و مالک نے اس میں ودیعت فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر فرد بشر میں یہ مادہ معتد بہ مقدار میں پایا جاتا ہے، جو شخص اس عطائے الٰہی کو منجمد نہیں رہنے دیتا اس کو بروئے کار لاتا ہے، وہ صحیح معنی میں فوائد کثیرہ اور منافع عظیمہ حاصل کرتا ہے، چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ جو شخص اس ودیعت الٰہی سے استفادہ نہیں کرتا بلکہ بہ تکلف اس کو دباتا ہے، اپنے اوپر وقار اور سنجیدگی کا خول چڑھا لیتا ہے اور اپنے آپ کو وقار اور تمکنت کا مجسم پیکر بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے، اسے مغرور، متکبر، بد مزاج، بد خلق، نک چڑھا جیسے القاب بے بہا سے نوازا جاتا ہے، اس کے لئے افادہ اور استفادہ امر محال بن جاتے ہیں وہ چاہے کثیر وعظیم علوم کا امین ہو اور دیگر بہت سے خواص کا حامل ہو مگر اس کے ان خواص سے اہل عالم کما حقہ استفادہ نہیں کر پاتے، اس کے برخلاف جو انسان اس نعمت خداوندی کو بروئے کار لاتا ہے، اسے منجمد نہیں رہنے دیتا، اہل دنیا اسے متواضع، منکسر المزاج، خوش اخلاق، خوش طبع، خوش مزاج جیسے القاب سے نوازتے ہیں، اپنے متعلقین و متوسلین میں وہ بڑا ہی مقبول ومحبوب ہوتا ہے، دنیا میں وہ ہر دلعزیز بن کر زندگی بسر کرتا ہے، کثیر تعداد میں لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں نتیجتاً اس کی صلاحیتوں اور استعداد کو جلا ملتی جاتی ہے اور اس کی قابلیتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بہ ہمہ وجوہ امت کے فکر وغم میں مستغرق ہونے کے باوجود ان میں بھی ایک فطری جذبہ ہے، موقع اور محل کی مناسبت سے انسان سے اس کا صدور مطلوب ہے اور محمود بھی، جب شریعت اسلامیہ عین فطرت انسانیہ کے موافق ہے تو اس میں اس فطری جذبے یعنی مزاح وخوش طبعی کے احکام نہ ہوں، یہ ناممکن ہے۔

مزاح کا شرعی حکم

ہماری شریعت تمام امور میں اعتدال پسند واقع ہوئی ہے، لہٰذا مزاح اور خوش طبعی میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے، چنانچہ موقع اور محل کی مناسبت سے احیاناً مزاح مباح بلکہ مستحب ہے، تو اس کی کثرت اور اس پر مداومت مذموم قرار دی گئی ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں

"جان لو کہ مزاح وہ ممنوع ہے جو حد سے زیادہ ہو اور اس پر مداومت کی جائے، کیونکہ یہ بہت زیادہ ہنسنے اور دل کے سخت ہونے کا باعث ہے، ذکر الٰہی سے غافل کردیتا ہے اور اہم دینی امور میں غور وفکر سے باز رکھتا ہے، بسا اوقات ایذا رسانی تک پہنچاتا ہے، بغض وعناد پیدا کرتا ہے رعب وداب ختم ہوجاتا ہے لیکن جو شخص ان امور سے محفوظ ہو تو اس کے لئے مباح ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار کسی مصلحت کے پیش نظر مخاطب کو بے تکلف اور مانوس بنانے کے لئے انجام دیا اور یہ سنت مستحبہ ہے۔"

علامہ نوویؒ کے اس کلام سے مزاح ممنوع و مستحب اور مذموم و ممنوع کی تعیین ہوجاتی ہے کہ کثرت مزاح چونکہ بہت زیادہ ہنسنے، قلب کے سخت اور بے حس ہونے، ذکر الٰہی سے غافل ہونے وغیرہ امور مذمومہ کا باعث ہے، اس لئے وہ ممنوع ہے اور احیاناً مزاح سے یہ امور شنیعہ پیدا نہیں ہوتے، اس لئے وہ سنت مستحبہ ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن حارث سے مروی ہے:

"ما رأیت احداً اکثر مزاحاً من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" (مظہر حق،ج:۵،ص:۳۸۵)

ترجمہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کثیر المزاح کسی کو نہیں پایا۔"

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت مزاح کے ان مفاسد سے محفوظ تھے، لہٰذا آپ کے لئے وہ مباح تھا۔

ہمارے اکابر میں سے بہت سے حضرات اس وصف کے حامل رہے ہیں، چنانچہ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کا کثرت مزاح معروف ومشہور ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: آپ نہایت خوش مزاج تھے، چنانچہ جب کوئی ان کے پاس آتا تو فرماتے:

"دیکھ بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ محمدؒ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں مولوی صاحب ان سے پوچھ لے اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو وہ (حضرت حاجی امداد اللہؒ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں حاجی صاحب ان سے مرید ہوجا اور اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جا۔"

اور حد یہ کہ شہادت کے بعد بھی مزاح کی یہ فطرت جوں کی توں باقی رہی، چنانچہ ایک صاحب کشف حضرتؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے، بعد فاتحہ کہنے لگے کہ:

"بھائی یہ کون بزرگ ہیں؟ بڑے دل لگی باز ہیں! جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے: جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھیو، یہاں زندہ پر فاتحہ پڑھنے آگئے ہو، یہ کیا بات ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ شہید ہیں۔" (حکایات اولیاء،ص:۲۲۲)

الغرض مزاح کی کثرت اور اس پر مداومت جس کے لئے مضر نہ ہو اس کے لئے سنت مستحبہ ہے اور جس کے لئے مضر ہو اس کے لئے ممنوع ہے، مگر احیاناً مزاح ہر شخص کے لئے سنت مستحبہ ہے۔

پھر مزاح میں یہ امر بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ اس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، کسی کی دل شکنی نہ ہو، کیونکہ مزاح کہتے ہی ایسی دل لگی کو ہیں جس میں ایذا رسانی اور دل شکنی نہ ہو:

"ثم المزاح انبساط مع الغیر من غیر ایذاء فان بلغ الایذاء یکون سخریۃ" (مرقاۃ،ج:۸،ص:۶۱۷)

ترجمہ: "پھر مزاح کسی کے ساتھ بغیر ایذاء پہنچائے دل لگی کرنا ہے، اگر یہ ایذاء کی حد کو پہنچ جائے تو وہ تمسخر یا اور ٹھٹھا ہے۔"

تمسخر یا اور ٹھٹھا منہی عنہ ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے۔" (الحجرات)

لہٰذا اس چیز کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔

پھر مزاح کا مبنی برصدق وحق ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

"صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی ہمارے ساتھ دل لگی فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف حق بات کہتا ہوں۔"

یعنی اگر میں تم لوگوں سے مزاح اور دل لگی کرتا ہوں تو وہ بھی مبنی برحق وصدق ہوتا ہے، جھوٹ پر مبنی نہیں ہوا کرتا۔

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مزاحی واقعات نقل کئے جاتے ہیں تاکہ عاشقان رسول کو مزاح کا سنت طریقہ معلوم ہوجائے اور متبعین سنت کے لئے یہ فطری جذبہ بھی دیگر متعدد فطری

جذبات کی طرح عبادت بن جائے۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا تو سائل نے عرض کیا کہ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اونٹنی اونٹ کے علاوہ بھی کسی کو جنتی ہے؟“

(مشکوٰۃ، ص:۴۱۶)

ملاحظہ فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سائل سے مزاح بھی فرمایا اور اس میں حق اور سچائی کی رعایت بھی فرمائی سواری طلب کرنے پر آپؐ نے جب اونٹنی کا بچہ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا تو سائل کو تعجب ہوا کہ مجھے سواری کی ضرورت ہے اور اونٹنی کا بچہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر سواری کی جائے تو آپؐ نے اس کے تعجب کو دور کرتے ہوئے اور اپنے مزاح کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی میں تجھے سواری کے قابل اونٹ ہی دے رہا ہوں، مگر وہ بھی تو اونٹنی ہی کا بچہ ہے۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دو کان والے۔“

(مشکوٰۃ، ص:۴۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ”اے دو کان والے“ کہنا بھی ظرافت اور خوش طبعی کے طور پر تھا، اور ظرافت کا یہ انداز تو ہمارے عرف میں بھی رائج ہے، مثلاً کبھی اپنے بے تکلف دوست سے یا ذہین طالب علم سے ناراضگی کا اظہار اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ ایک چپت رسید کروں گا تو تمہارا سر دو کانوں کے درمیان ہو جائے گا، حالانکہ وہ پہلے سے وہیں پر ہوتا ہے۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی، وہ عورت قرآن پڑھی ہوئی تھی، اس نے عرض کیا: بوڑھی کے لئے کیا چیز دخولِ جنت سے مانع ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا، ہم جنتی عورتوں کو پیدا کریں گے، ہم ان کو کنواریاں بنادیں گے۔“ (مشکوٰۃ، ص:۴۱۶)

ایک اور روایت میں یہ واقعہ مزید تفصیل کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ اس صحابیہ عورت نے جو بوڑھی تھیں آپؐ سے دخولِ جنت کی دعا کی درخواست کی تو اس پر آپ نے مزاحاً فرمایا کہ بڑھیا تو جنت میں داخل نہیں ہوگی، یہ سن کر بڑھیا کو بڑا رنج ہوا اور روتے ہوئے واپس چلی گئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جا کر اس عورت کو کہہ دو کہ عورتیں بڑھاپے کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”انا انشاناھن انشاء فجعلنھن ابکارا“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح اس واقعہ میں بھی مبنی برحق تھا مگر آپؐ نے ایک سچی بات کو مزاحیہ انداز میں بیان کر کے امت کو یہ تعلیم دی کہ کبھی کبھار مذاق اور دل لگی بھی کر لینی چاہئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مزاحی واقعہ پر تو مرمٹنے کو جی چاہتا ہے اور بے اختیار دل سے نکلتا ہے کہ کاش! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق بننے والے اس صحابی کی جگہ یہ ناپاک ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی صحابی زاہر بن حرام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ دیہاتی اشیاء بطور ہدیہ لایا کرتے تھے، آپؐ انہیں فرمایا کرتے تھے: زاہر ہمارا باہر کا گماشتہ ہے اور ہم اس کے شہر کے گماشتہ ہیں، آپؐ زاہر سے بڑی محبت فرماتے تھے، ویسے زاہر ایک بدصورت آدمی تھے، ایک دن آپؐ بازار تشریف لے گئے تو زاہر کو اپنا سامان بیچتے ہوئے پایا، آپؐ نے اس کو پیچھے سے اپنے ساتھ اس طرح چمٹا لیا کہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے بغلوں کے نیچے سے لے جا کر اس کی آنکھوں پر رکھ دیئے تاکہ وہ پہچان نہ پائے (یہ افتاد دیکھ کر) زاہر نے کہا کہ کون ہے؟ چھوڑ مجھے، (پھر اس نے کوشش کر کے) مڑ کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا (اور پہچانتے ہی) اپنی پیٹھ نبیؐ کے سینہ مبارک سے مزید چمٹانے لگا، ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ صدا بلند کرنے لگے کہ ارے کوئی اس غلام کا خریدار ہے؟ اس پر زاہر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بخدا آپ مجھے کھوٹا سکہ پائیں گے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھوٹا سکہ نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ، ص:۴۱۶)

سبحان اللہ! دو جہاں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے باوجود آپ کی یہ سادگی؟ اور ذرا سوچئے اس طرح کے بے تکلفانہ رویہ پر حضرت زاہر کا دل بلیوں نہ اچھلنے لگا ہوگا؟ سیروں خون نہ بڑھ گیا ہوگا؟

”حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا کہ اندر آجاؤ میں نے (مزاح کے طور پر) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں پورا اندر داخل ہو جاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں پورے داخل ہو جاؤ، چنانچہ میں

داخل ہوگیا۔“ (مشکوٰۃ، ص:۴۱۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صحابہ کرامؓ سے اس قدر بے تکلف تھے کہ صحابہ کرامؓ آپ سے مزاح بھی کرلیا کرتے تھے۔

ایک انصاری صحابیہؓ آپ کی خدمت میں حاضر تھیں، آپؐ نے اس سے فرمایا: جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے، وہ ایک دم گھبرا کر خاوند کے پاس پہنچی تو خاوند نے پوچھا کیا مصیبت ہے؟ اس طرح گھبرا کر دوڑی کیوں چلی آئی؟ اس نے کہا کہ مجھے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے مگر سیاہی بھی تو ہے تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے رسولؐ مجھ سے اس قدر بے تکلف ہوئے کہ میرے ساتھ مزاح فرمایا۔ (لطائف علمیہ، ص:۱۰)

اس کے علاوہ بھی آپؐ کے مزاح کے بہت سے واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں، جو مزاح کے سنتِ مستحبہ ہونے پر دال ہیں، لیکن یہ تمام واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ مزاح مبنی برصدق ہونا چاہئے اور اس میں ایذا رسانی اور دل شکنی کا پہلو نہ ہونا چاہئے بلکہ مخاطب کی دل جوئی اور نشاط آوری مقصود ہونی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ سے بھی مزاح کے بے شمار واقعات مروی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰؓ ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے اس طرح چلے جارہے تھے کہ حضرت علیؓ بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دونوں طرف۔ حضرت علیؓ ان دونوں کے مقابلہ میں کچھ پستہ قد تھے، حضرت عمرؓ نے مزاحاً فرمایا: ”علی بیننا کالنون فی لنا“ یعنی علی ہم دونوں کے بیچ میں ایسے ہیں، جیسے ”لنا“ کے درمیان نون ہے، یعنی لنا کے ایک طرف کا لام اور دوسری طرف کا الف لمبے اور درمیان میں کا نون پستہ قد ہے اس طرح ہم دونوں طویل القامت اور بیچ میں علیؓ پستہ قامت ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے برجستہ جواب دیا: ”لو لا کنت بینکما لکنتما لا“ یعنی ”اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم ”لا“ ہوجاتے اور کچھ بھی نہ رہتے“ کیونکہ ”لنا“ کے بیچ سے نون ہٹا دیا جائے تو وہ ”لا“ رہ جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مزاح ایک فطری جذبہ ہے، انسان سے اس کا صدور مذموم اور قبیح نہیں بلکہ ممدوح اور مقصود ہے اس کا صدور انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی ہوا ہے، صحابہ کرامؓ سے بھی اور اولیائے کرام سے بھی۔ حضرت غوث اعظم پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی جلالتِ شان سے کون ناواقف ہے؟ کسی نے آپ کو ایک بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ہدیتاً دیا تھا، حضرتؒ کبھی کبھی اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیا کرتے تھے، اتفاقاً وہ آئینہ خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اس کو بڑا ہی ڈر ہوا کہ حضرتؒ عتاب فرمائیں گے، اس نے ڈرتے ڈرتے حضرت سے عرض کیا از قضاء آئینہ چینی شکست (قضاء وقدر کی وجہ سے وہ چینی آئینہ ٹوٹ گیا) تو حضرت نے یہ سن کر فی البدیہہ فرمایا خوب شد اسباب خود بینی شکست (اچھا ہوا کہ خود بینی کا ذریعہ اور سبب ٹوٹ گیا)۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات، ص:۵۰)

الغرض مزاح ایک سنت مستحبہ ہے جو لوگ اسے اپنی وقار اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں جبکہ یہ شانِ نبوت کے خلاف نہیں، شانِ صحابیت کے خلاف نہیں، شانِ ولایت کے خلاف نہیں تو ہما شما کی شان کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟

البتہ یہ خیال ضرور رہے کہ ہمارا مزاح اور دل لگی کسی کی دل شکنی اور ایذا رسانی کا سبب نہ ہو، اس سے آج کل کے مروجہ اپریل فول کا حکم بھی واضح ہوجاتا ہے کہ وہ ناجائز اور حرام ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس میں اتباع بالغیر اور تشبہ بالغیر لازم آتا ہے اور دوم اس وجہ سے کہ اس میں جو مزاح اور مذاق ہوتا ہے، اس میں ایذاء رسانی اور لوگوں کو پریشان کرنا ہوتا ہے، اسی طرح جو مزاح مبنی برحق ہو لیکن اس میں ایذاء رسانی کا خطرہ ہو تو وہ بھی ناجائز کے زمرے میں آجائے گا، مثلاً کوئی سائیکل یا موٹر سائیکل سوار گزر رہا ہے، اس کو کہا کہ آپ کی سائیکل کے پیچھے پہئے گھوم رہے ہیں، حالانکہ یہ مزاح مبنی برحق ہے کہ واقعتاً پچھلے پہئے گھوم رہے ہیں، مگر سوار غلط فہمی میں مبتلا ہوکر پیچھے مڑکر دیکھتا ہے اور نتیجتاً زمین بوس ہوجاتا ہے، ایسے مزاح سے پرہیز کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ امور میں اتباع سنت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

مغرب کی اذان و نماز میں وقفہ

ایک تحقیقی مقالہ

آج سے دوسال قبل ”مغرب کی اذان اور نماز میں وقفہ“ کے عنوان سے ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں ایک مسئلہ شائع ہوا تھا، اس کے تناظر میں کئی ایک سوال آئے اور ان کے جوابات دیئے گئے، گزشتہ دنوں پھر اسی سلسلہ کا ایک اور سوال آیا، تو جی میں آیا کہ اس مسئلہ کو کسی قدر تفصیل سے لکھ لیا جائے تا کہ اس قسم کے سائلین کا بار بار جواب نہ لکھنا پڑے، چنانچہ ذیل میں اسی سلسلہ کی تفصیلات ہیں، واضح رہے کہ اس مسئلہ کو بنیاد بنا کر اکھاڑہ نہیں بنانا چاہئے تاہم اسلاف و اکابر کی تحقیقات پر عمل میں خیر و سلامتی ہے، اور اکابر و اسلاف نے جتنا جس معاملہ میں گنجائش دی ہے اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے، لیجئے! اس جواب کو اسی وسعت نظری سے پڑھئے اور اعتدال کی راہ اپنایئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

سوال:...... جناب محترم!

ہمارے علاقے کی جامع مسجد ایک وسیع رہائشی اور کمرشل علاقے میں واقع ہے، جس کی وجہ سے ایک کثیر تعداد اس مسجد کے نمازیوں کی ہے۔

مغرب کی جماعت ہماری مسجد میں اذان مغرب کے متصل ہی ادا کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ایک بڑی تعداد نمازیوں کی اگر رکعت اولیٰ سے محروم نہ ہو تو کم از کم تکبیر اولیٰ سے تو محروم ہو ہی جاتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہم وسعتِ حلقہ کی بنا پر اپنی مسجد میں اذان مغرب اور جماعت کے درمیان کم از کم تین منٹ کا وقفہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں!.....

والسلام

ارکان کمیٹی جامع مسجد مدنی

کراچی ایڈمنسٹریشن سوسائٹی، بلوچ کالونی

جواب:...... میں اس سوال کا جواب اس سے پہلے متعدد بار لکھ چکا ہوں اور روزنامہ جنگ کراچی میں ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ میں بھی میرا اس طرح کا ایک جواب شائع ہو چکا ہے کہ:

”قطع نظر چند استثنائی صورتوں کے... جیسے آپ نے اپنی معذوری لکھی ہے... ویسے فقہ حنفی میں نماز مغرب میں اذان کے بعد وقفہ دینے کا کہیں کوئی ثبوت اور گنجائش نہیں ہے، فقہ حنفی میں مغرب کے وقت میں گنجائش ہے، جب کہ شوافع کے

مولانا سعید احمد جلال پوری

ہاں تو مغرب کا وقت بہت محدود و مختصر ہے، حتی کہ ان کے ہاں صرف ۳ رکعت نماز فرض کی مقدار مغرب کا وقت ہے... جیسا کہ معارف السنن میں ہے: ”حتی قال بعض اھل العلم: لیس لصلاة المغرب الا وقت واحد، وذھبوا الی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث صلّی بہ جبرئیل۔ وھو قول ابن المبارک والشافعی (معارف السنن، ص:۴۷، ج:۲) ... یہاں تک کہ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ مغرب کا وقت ایک ہی ہے.... اس میں دوسری نمازوں کی طرح مستحب و مکروہ کا کوئی تصور نہیں،... انہوں نے اس حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے دونوں دنوں میں ایک ہی وقت میں نماز پڑھائی تھی۔ ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے.... اس لئے احناف کے ہاں بلا ضرورت مغرب میں تاخیر درست نہیں ہے، جن مساجد میں وقفے کا اعلان کیا گیا ہے، فقہ حنفی کی تصریحات کی روشنی میں ایسا کرنا، نادرست ہے۔ جہاں تک مغرب میں نمازیوں کے پہنچنے کی بات ہے، تو چودہ صدیوں سے اب تک لوگ مغرب میں بلا وقفہ آتے رہے ہیں تو اب یہ ضرورت کیونکر سامنے آئی ہے؟ مغرب سے چند منٹ پہلے مسجد کا رخ کیا جائے اور تکبیر اولیٰ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی جائے۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۹/مئی ۲۰۰۶ء)

اس جواب کی اشاعت کے بعد شنید ہے کہ بہت سی مساجد سے مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان وقفے کے بورڈ

ختم ہوگئے، مگر کچھ حضرات نے اپنے ان اعلانات کے تحفظ کی خاطر بعض ارباب فتوی سے رجوع کیا اور حسب سوال ان کی منشاء کے مطابق انہیں جواب بھی ملے، اسی طرح یہ بھی میرے علم میں آیا ہے کہ بعض ائمہ حضرات نے راقم الحروف کے اس جواب کو محض اس لئے ناقابل توجہ جانا کہ: ”یہ اخباری فتوی ہے اور ہم اخباری فتوی کو نہیں مانتے۔“

چنانچہ اس سلسلہ کا ایک سوال و جواب ملاحظہ ہو:

سوال:..... ”گزارش خدمت ہے کہ اخبار جنگ اسلامی صفحہ اقرأ میں آپ کا جواب ”مغرب کی اذان اور نماز میں وقفہ“ گزشتہ اشاعت میں آیا تھا، جس کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔ میں آپ کے جواب سے مطمئن ہوگیا تھا، لیکن ہماری کالونی کی مسجد... کے پیش امام نے چند ماہ سے وقفہ دینا شروع کردیا ہے، میں نے ان کو اخبار کا صفحہ دکھایا تو کہنے لگے کہ: میں اخباری باتوں کو نہیں مانتا اور ایک فتوی لاکر دیا جس کی فوٹو کاپی ہمراہ خط منسلک ہے۔ میری عمر اس وقت ۸۵ سال میں چل رہی ہے۔ انڈیا سے لے کر پاکستان تک مغرب کی نماز میں وقفہ کہیں نہیں دیکھا، اب بعض مسجدوں میں یہ سلسلہ جاری ہو چلا ہے، جو کہ میرے لئے بالکل نئی بات ہے، یہ طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نہیں ملتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں، میں نے پڑھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے تمام صحابی مثل تاروں کے ہیں، ایک کی بھی اتباع کرلی تو نجات پاجاؤ گے۔“ کیا یہ سنت کے خلاف بدعت نہیں ہے، جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ: ”تمام بدعتیں جہنم میں لے جائیں گی۔“ برائے مہربانی اس کا جواب فتوی کی شکل میں ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔ شکریہ۔“

شاہ ابوغفران

۲/۱۵، ماڈل کالونی ملیر، کراچی

جواب:..... مسئلہ تو وہی ہے جو میں نے لکھا ہے، اور اس میں تفصیل سے عرض کیا تھا، چونکہ دو رکعت کی مقدار کا وقفہ مکروہ ہے، اور دو منٹ میں دو رکعت پڑھی جاسکتی ہیں، اس لیے فقہ حنفی میں چودہ صدیوں سے کہیں اس وقفہ کا ذکر نہیں ملتا، آج کل کا وقفہ دراصل مقتدیوں، اور وہ بھی ایسے، جو نماز میں تاخیر سے آتے ہیں، کی رعایت کے لئے رکھا گیا ہے، لہٰذا درست نہیں، کیونکہ اس وقفہ سے مغرب سے قبل نوافل پڑھنے کا دروازہ کھلے گا جو کہ بالاتفاق مکروہ ہے، ظاہر ہے جب اذان و اقامت کے درمیان دو، تین منٹ کا وقفہ ہوگا تو لوگ فارغ بیٹھنے کی بجائے نوافل پڑھنے کو ترجیح دیں گے، اور جب نمازی نوافل ادا کررہے ہوں گے، تو آپ ہی بتلایئے! جن نمازیوں کی رعایت کے لیے وقفہ دیا گیا تھا، ان کی فراغت سے قبل جماعت کھڑی کی جاسکے گی؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیونکہ ان کی تکبیر اولیٰ فوت ہونے کا اندیشہ ہوگا، اس طرح کیا یہ وقفہ بڑھتے بڑھتے بڑھ نہیں جائے گا؟ اور اگر کوئی امام ہمت کرکے جماعت کھڑی کردے گا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ مسجد سے باہر والوں کی جماعت اور تکبیر اولیٰ کا تو خیال ہے، مگر مسجد میں موجود نوافل پڑھنے والوں کی تکبیر اولیٰ کا کوئی خیال نہیں؟ بہرحال اگر آپ کے امام صاحب کو اخباری فتوی پر اعتماد نہیں ہے تو ان کی مرضی، آپ ایسے امام صاحب کے پیچھے نہایت محبت و عقیدت نماز پڑھا کریں اور اس وجہ سے جماعت کی نماز نہ چھوڑیں۔ واللہ اعلم۔“

بلاشبہ میری تحریر اس قابل نہیں کہ اس کو فتوی کہا جائے، اور نہ ہی اس قابل ہے کہ اس کو دین و شریعت کا نام دیا جائے، تاہم اتنا ضرور ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا اپنے گھر سے نہیں بنایا تھا، بلکہ فقہائے احناف کی تصریحات اور اکابر محققین کی تحقیقات کی روشنی میں لکھا تھا، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا، اس کے حوالہ جات بھی تحریر کردیے جائیں۔

دراصل مغرب کی نماز کے علاوہ تمام نمازوں کی اذان و اقامت کے درمیان وقفہ مسنون ہے اور وہ وقفہ اتنا ہونا چاہئے کہ اگر کوئی شخص اپنی ضرورت و حاجت میں مصروف ہو، تو وہ اپنی ضرورت و حاجت سے فارغ ہوکر جماعت میں شامل ہوسکے، جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور جب اقامت کہو تو جلدی جلدی کہا کرو، اور اذان و اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ کیا کرو کہ کھانا کھانے والا، پانی پینے والا، اور قضائے حاجت کرنے والا اپنی حاجت

سے فارغ ہوجائے۔“

(ترمذی ص:۴۸، ج:۱)

اگر چہ سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے، مگر بہرحال متعدد طرق، تعدد روایات اور تعامل امت کی بنا پر حجت ہے، اسی حدیث کی بنا پر فقہائے کرام نے تمام نمازوں کی اذان اور اقامت کے درمیان اتصال کو مکروہ فرمایا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ حکم مغرب کی اذان اور اقامت کے لئے بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ اور اگر مغرب اس سے مستثنیٰ ہے تو کیوں؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان اتنا وقفہ کیوں نہیں؟ اس سلسلہ میں حضرات فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ مغرب کے علاوہ تمام نمازوں سے پہلے اذان اور اقامت کے درمیان سنن ونوافل مشروع ہیں، اس لئے وہاں فاصلہ کیا جائے گا، جب کہ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان ہر قسم کے نوافل مکروہ ہیں، اس لئے وہاں فاصلہ نہیں کیا جائے گا۔

مگر چونکہ مذکورہ بالا حدیثِ جابرؓ میں اذان و اقامت کے درمیان فاصلہ کا حکم تھا، اس لئے فقہائے احناف نے اس پر عمل کرتے ہوئے قرار دیا کہ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہئے کہ حدیث جابرؓ پر عمل ہوجائے، مگر اتنا بھی نہ ہو کہ کراہت کی حد کو پہنچ جائے، چنانچہ اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اکابر احناف نے جو کچھ لکھا ہے، اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱:...... علامہ ابن نجیم حنفی اپنی مشہور کتاب بحرالرائق میں فرماتے ہیں کہ:

”اور ان دونوں .... اذان و اقامت ... کے درمیان بیٹھے ... یعنی موذن اذان واقامت کے درمیان بوجہ اتباع سنت کے بیٹھ جائے، سوائے مغرب کے، پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ... مغرب میں .... بیٹھنا مسنون نہیں، بلکہ تین چھوٹی آیات، یا ایک بڑی آیت یا تین قدم چلنے کی مقدار خاموشی اختیار کرے، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان بھی معمولی جلسہ کی صورت میں وقفہ کیا جائے ... اور معمولی جلسہ کی مقدار یہ ہے کہ ... جتنا دیر خطیب جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے، جس کی مقدار یہ ہے کہ وہ زمین پر اس قدر بیٹھے کہ اس کے اعضاء کو اپنی جگہ قرار حاصل ہوجائے ... اور مغرب سے پہلے چونکہ نفل پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے اس کی اذان و اقامت کے درمیان وقفہ نہ کرے ... حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ... مغرب کی اذان و اقامت ... کے درمیان .... تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کی مقدار ... خاموش رہنا تعجیل مستحب کے زیادہ قریب ہے ... اور مغرب میں دو رکعت پڑھنے کی مقدار تاخیر کرنا مکروہ ہے۔“

(بحرالرائق ص:۲۷۵، ج:۱، طبع دارالمعرفہ بیروت)

۲:...... اسی طرح حلبی کبیر میں شیخ ابراہیم حلبی حنفیؒ لکھتے ہیں:

”رہی مغرب، پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی اذان واقامت کے درمیان تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کی مقدار وقفہ کیا جائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ تین قدم چلنے کی مقدار وقفہ کیا جائے، حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں معمولی جلسہ کیا جائے، یعنی تھوڑی دیر بیٹھا جائے۔

دراصل ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان اتصال مکروہ ہے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا: جب اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو، اور جب اقامت کہو تو جلدی جلدی اور ملا کر کہا کرو، اور اذان واقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا کرو کہ کھانا کھانے والا، پانی پینے والا اور قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے والا اس سے فارغ ہوجائے۔“ یہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے، لیکن قابل عمل ہے اور اس جیسے حکم میں اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ آپ کے ارشاد: ”اتنا مقدار کہ کھانا کھانے والا کھانے سے فارغ ہوجائے“ کا معنی یہ ہے کہ مغرب کے علاوہ باقی نمازوں کی اذان واقامت میں اتنا فاصلہ کیا جائے، رہا مغرب کا وقت تو اس کی اذان واقامت میں اتنا وقفہ کیا جائے کہ پانی پینے والا فارغ ہوجائے، اور یہ وقفہ تمام نمازوں میں سنن ونوافل سے حاصل ہوجاتا ہے، کیونکہ باقی تمام نمازوں سے پہلے سنن ونوافل مکروہ نہیں ہیں، بخلاف مغرب کے، کہ اس سے پہلے نوافل مکروہ ہیں، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ: معمولی جلسہ سے وقفہ ثابت ہوجائے گا، جیسا کہ دو خطبوں کے درمیان جلسہ ... بیٹھنا ...

وقفہ کے لئے مشروع کیا گیا ہے، یہاں بھی معمولی جلسہ سے وقفہ متحقق ہوجائے گا، وہ فرماتے ہیں کہ سکتہ مذکورہ سے وقفہ متحقق نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ تو اذان کے کلمات کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: ہمیں مغرب کی نماز میں جلدی کرنے کا حکم ہے، اور سکتہ کے ذریعہ وقفہ کرنا، تعجیل کے زیادہ قریب ہے، باقی اذان کے کلمات اور اذان و اقامت کے درمیانی وقفہ میں فرق ہے، کیونکہ اذان کے بعد کے وقفہ کا مکان مختلف ہے، کیونکہ عام طور پر اذان مسجد سے باہر اور اقامت مسجد کے اندر ہوتی ہے، پھر ان دونوں کی طرز یعنی نغمہ اور ہیئت بھی مختلف ہوتی ہے، کیونکہ اذان میں شفع ہوتا ہے اور اقامت میں ایتار ہوتا ہے۔ رہا دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے سے وقفہ کا مسئلہ، تو وہ جلسہ سے ادا ہوجائے گا، کیونکہ وہاں مکان ایک ہے، ہیئت ایک ہے، تو وہاں جلسہ سے ہی وقفہ متحقق ہوجائے گا... جامع صغیر میں ہے کہ حضرت امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ: میں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا وہ اذان دے کر اقامت کہہ دیتے تھے اور اذان و اقامت کے درمیان بیٹھتے نہیں تھے۔" (ص:۲۷۶،۲۷۷)

۳:...... اسی طرح معارف السنن میں حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رہی مغرب تو اس میں... اذان و اقامت کے درمیان... وقفے کے لئے بیٹھنا سنت نہیں، بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت یا تین قدم چلنے کی مقدار، وقفہ کیا جائے، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے، امام مالکؒ کا قول بھی یہی ہے، جیسا کہ مجموع میں ہے، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ: جتنا امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے، اتنی مقدار بیٹھنے سے یہ وقفہ متحقق ہوجائے گا اور اس جلسہ کی حد یہ ہے کہ آدمی زمین پر اس قدر بیٹھے کہ اس کے تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ قرار پکڑ لیں۔"
(معارف السنن، ج:۲، ص:۱۹۲)

گویا اس سے زیادہ وقفہ کرنا احناف کے ہاں ثابت نہیں ہے، بلکہ اس میں احناف کے ساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں۔

۴:...... اسی طرح علامہ محمد بن علی بن محمد المعروف علاء الدین حصکفیؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب "در مختار شرح تنویر الابصار" میں لکھتے ہیں:

"(ویستحب) تعجیل مغرب مطلقاً، وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیھاً" (ص:۳۶۹)

ترجمہ:...... "اور مغرب کی تعجیل مطلقاً مستحب ہے، اور دو رکعت پڑھنے کی مقدار تاخیر مکروہ تنزیہی ہے۔"

۵:...... اسی طرح علامہ شامیؒ مغرب کی اذان و اقامت میں وقفہ کو خلاف سنت سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"وفی الحلیۃ بعد الکلام: والظاھر ان السنۃ فعل المغرب فوراً..." (شامی ص:۳۶۸، ج:۱)

ترجمہ:...... "اور حلیہ میں کسی قدر کلام کے بعد ہے کہ: ظاہر یہ ہے کہ مغرب کو فوراً ادا کرنا سنت ہے...۔"

تاہم علامہ شامیؒ نے اس سے ذرا آگے اس وقفہ سے متعلق فیصلہ کن کلام کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وان مافی القنیۃ: من استثناء التاخیر القلیل محمول علی مادون الرکعتین، وان الزائد علی القلیل الیٰ اشتباک النجوم مکروہ تنزیھاً، وما بعدہ تحریماً الا بعذر کما مر، قال فی شرح المنیۃ والذی اقتضتہ الاخبار کراھۃ التاخیر الی ظھور النجم وما قبلہ مسکوت عنہ، فھو علی الاباحۃ وان کان المستحب التعجیل الخ..." (شامی ص:۳۶۹، ج:۱)

ترجمہ:...... "اور قنیہ میں جس تاخیر کا استثناء ہے، وہ دو رکعت پڑھنے کی مقدار سے کم وقت کی تاخیر پر محمول ہے، اور اس سے زائد ستاروں کے چمک جانے تک مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کے بعد مزید تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے، شرح منیہ میں ہے کہ نصوص کی روشنی میں جس تاخیر کو مکروہ فرمایا گیا ہے اس سے مراد ستاروں کے بکثرت نکل آنے تک تاخیر مراد ہے اور اس سے کم تاخیر کے بارہ میں سکوت ہے، لہٰذا وہ مباح ہے... اگرچہ مستحب تو تعجیل ہی ہے۔"

الغرض اگر کبھی کوئی ضرورت اور مجبوری ہو تو دوسری بات ہے، ورنہ مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان دو رکعت کی مقدار تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر

کوئی ضرورت ہو، جیسے رمضان میں افطار وغیرہ کی ضرورت کی وجہ سے وقفہ دیا جاتا ہے اور نماز میں تاخیر ہوجاتی ہے تو وہ جائز ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حکیم الامت حضرت اقدس مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر مسجد میں روزہ افطاری کے لئے کھانا لایا جاتا ہے، اور لوگ صحن میں اور برآمدہ میں افطاری کے لئے بیٹھتے ہیں۔ مغرب کی اذان کے ساتھ روزہ افطار کر کے کھانے لگتے ہیں، جس میں اکثر لوگ تو نیچے بیٹھ کے روزہ افطار کرتے ہیں اور کتنے حضرات چھت پر روزہ افطار کرتے ہیں، اذان ہونے کے بعد دس منٹ کا وقفہ کر کے جماعت نماز کے لئے کھڑی ہوتی ہے، جس میں ہر مصلی اطمینان سے افطاری سے فارغ ہوکر جماعت میں شامل ہوجاتا ہے، مگر چھت والے حضرات جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور بیٹھے کھاتے رہتے ہیں، بیڑی پیتے ہیں، پان کھاتے ہیں، جب نیچے جماعت تمام ہوتی ہے، تب یہ حضرات چھت پر دوسری جماعت کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ چھت والے حضرات کا جماعت اولیٰ میں شامل نہ ہونا اور دیر تک کھاتے رہنا اور پھر دوسری جماعت کرنا یہ ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو ایسا کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

"الجواب:...... فی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ و (یستحب) تعجیل مغرب مطلقاً وتاخیرہ قدر رکعتین یکرہ تنزیھاً. فی رد المختار تحت ھذا القول: ان ما فی القنیۃ من استثناء التاخیر القلیل محمول علی مادون الرکعتین، وان الزائد علی القلیل الیٰ اشتباک النجوم مکروہ تنزیھا، وما بعدہ تحریماً الا بعذر. قال فی شرح المنیۃ: والذی اقتضتہ الاخبار کراھۃ التاخیر الی ظھور النجوم، وما قبلہ مسکوت عنہ، فھو علی الاباحۃ وان کان المستحب التعجیل اھ ونحوہ ماقدمناہ عن الحلیۃ." (ج:۱،ص:۳۶۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تاخیر مغرب کے تین درجے ہیں: ایک درجہ تو دو رکعت سے کم، یہ کسی کے نزدیک مکروہ نہیں، دوسرا درجہ بقدر دو رکعت کے یا اس سے زائد قبل ظہور نجوم تک، یہ درمختار کی روایت پر مکروہ تنزیہی ہے اور شارح منیہ کی تحقیق پر مباح، مگر خلاف مستحب اور تیسرا درجہ: جس میں نجوم ظاہر ہوجاویں، یہ مکروہ تحریمی ہے، تو دس منٹ سے زائد تاخیر کرنا امر مکروہ بھی نہ ہو، جیسا کہ بعض روایات کا مقتضا ہے، تاہم ترک مستحب تو ضرور ہے اور ترک مستحب پر بلا ضرورت دوام کرنا ایسا فعل ہے کہ بعض فقہا نے اس پر مکروہ تنزیہی کا اطلاق کیا ہے، چنانچہ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ کے بعد ہی یہ عبارت ہے: "انہ الی ماقبل ذالک مکروہ تنزیھاً لترک المستحب وھو التعجیل" اور یہ ترک مستحب اس وقت تک رہے گا جب جماعت میں تاخیر کرے اور اگر جماعت وقت مستحب میں کھڑی ہوجائے تو تخلف عن الجماعۃ بلا عذر قوی، قریب حرام کے ہے اور اس قدر اشتغال اکل وشرب اور اس کے توابع میں، اعذار ترک جماعت سے نہیں، پس ان لوگوں کا یہ فعل یقیناً شرعاً ناجائز ہے۔

۹/شوال ۱۳۲۷ھ تتمہ خامسہ ص:۹۵"

(امداد الفتاویٰ ص:۱۰۳-۱۰۴/ج:۱)

اس سے واضح ہوگیا کہ دو رکعت سے کم وقت تک تاخیر کی گنجائش ہے، اور اس سے زائد تاخیر بلا عذر مکروہ ہے۔ چونکہ دو رکعت نوافل دو سے تین منٹ کے اندر پڑھے جاسکتے ہیں، اس لیے دو سے تین منٹ کا وقفہ مکروہ وقفہ میں شمار ہوگا۔ البتہ کسی مجبوری کے تحت اگر نماز میں تاخیر ہوجائے، جیسے رمضان میں افطاری کی وجہ سے وقفہ دیا جاتا ہے، تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ وہ واقعی عذر ہے، لیکن چونکہ مغرب میں جماعت کی کثرت اور مقتدیوں کا انتظار کرنا، کوئی عذر نہیں، اس لئے اس غرض سے وقفہ کرنا، فقہ حنفی کی رو سے نہ صرف یہ کہ درست نہیں، بلکہ غیر مستحب ہے اور بلا ضرورت ترک مستحب پر دوام کو فقہا نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، جبکہ اس وقفہ سے لوگوں کے نماز مغرب سے پہلے نوافل میں مشغول ہونے کا قوی امکان ہے، جو بالاتفاق مکروہ ہے، اور چونکہ ذریعہ مکروہ بھی مکروہ ہوتا ہے، اس لئے اس سے اجتناب ہی احوط واسلم ہے، یہی اکابر احناف کی تحقیق ہے اور اسی پر چودہ صدیوں سے اکابر احناف کا عمل چلا آرہا ہے، اور یہی بات میں نے پہلے لکھی تھی اور یہی بات اب بھی لکھتا ہوں۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆..........☆☆

قربانی

فدائیت کا بہترین نمونہ

مولانا مصلح الدین قاسمی

تصور کیجئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کا کیسی آزمائش کی گھڑی رہی ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جب نمرود نے دہکتی ہوئی آگ تیار کرائی تھی ایک طرف نار نمرود تھی اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عشق حقیقی تھا جو بار بار آگ میں کودنے کے لئے کچوکے لگا رہا تھا بالآخر نبی موصوف بے دھڑک آگ میں کود پڑے اور خدائی فرمان: "یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم" (اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر) کے آگے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور دنیا نے دیکھا کہ آتش نمرود میں عشق حقیقی کس طرح پنپتا اور پروان چڑھتا ہے سچ ہے:

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

پھر تصور میں لایئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فدائیت کا حکم ہوتا ہے اپنی بیوی اور بچے کو اس سنسان وادی میں چھوڑ کر آیئے جہاں نہ آدم نہ آدم زاد ایسا ویرانہ جہاں صرف چلچلاتی دھوپ ہے نہ کھانا ہے نہ پانی نہ کوئی قریب اور عزیز نہ کوئی خبر گیری کرنے والا اور نہ کوئی راہ گیر جہاں نہ اپنوں کا پتہ اور نہ بیگانوں کی خیر خبر حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کا حکم پاتے ہی بیوی اور بچے کو اس جھلستی ہوئی پہاڑیوں اور کھانے پینے پانی سے خالی وادی میں چھوڑ کر آ گئے یہ بالکل نہ سوچا کہ اس تپتی ہوئی وادی میں ممتا کی ماری ایک ماں اور شیر خوار بچے کا کیا ہوگا؟ بس خدا کا حکم ملتے ہی تعمیل کے لئے فوراً تیار ہو گئے اور حکم کو حتمی شکل دینے میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ کی۔ حضرت ہاجرہ اور ان کے ننھے منھے بچے پر اس وحشت ناک وادی میں کیا گزری؟ یہ بھی تاریخ کا ایک باب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی فدائیت کا مظہر ہے۔

اس تپتی ہوئی وادی میں وہ شیر خوار بچہ جب ایڑیاں رگڑتا تو ماں تڑپ تڑپ کر کبھی صفا کی طرف دیکھتی ہے کہ شاید کوئی قافلہ نظر آ جائے اور پانی مل جائے اور کبھی دوڑتی ہوئی مروہ پر چڑھتی کہ شاید ادھر کوئی قافلہ گزرتا ہوا دکھائی دے پھر بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے آتی کہ کس حال میں ہے اس معصوم کو دیکھ کر پھر پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کا چکر لگاتی اور جب امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تو بے قرار ہو جاتی کلیجہ منہ کو آنے لگتا تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لاڈلے کی ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ جاری فرمادیا جو "زمزم" کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت سے اب تک اسی طرح جاری ہے۔

اللہ اکبر! فدائیت کا یہ نمونہ اب کون پیش کر سکتا ہے کہ ابھی ایک امتحان ختم نہیں ہوا تھا دوسرا شروع ہو گیا جب بچہ بڑا ہو گیا اور بوڑھے باپ کو کچھ سہارا دینے کے لائق ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے لاڈلے کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی کے درجے میں ہوتا ہے اس لئے صبح اٹھتے ہی اس خواب کا تذکرہ اپنے بیٹے سے کیا اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ہچکچاہٹ اور سراسیمگی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی قلق ہوا کیونکہ ان کا قلب حب خدا سے سرشار تھا اور بطور امتحان بیٹے سے سوال کیا کہ تمہاری رائے اس بارے میں کیا ہے؟

یہاں کسی شخص کے دل میں یہ خلجان پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدائی حکم کی تعمیل کرنا بیٹے کے اجابی جواب پر منحصر تھا؟ ایسی کوئی بات نہیں بلکہ ان سے صلاح و مشورے میں بہت سارے اسرار و حکم پنہاں ہیں! پہلی حکمت یہ تھی کہ ان میں اطاعت خداوندی کا جذبہ و ولولہ کس حد تک ہے یہ بات کھل کر سامنے آ جائے نیز ان کے حوصلے کو بھی پرکھنا اور جانچنا مقصود تھا دوسری حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ اسے قبول کریں گے تو مستحق اجر ہوں گے تیسری حکمت یہ تھی کہ عین ذبح کے وقت ممکن تھا کہ محبت پدری محبت طبعی اور تقاضائے انسانی فعل مامور میں آڑے نہ آ جائے اس وجہ سے نبی موصوف نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے مشورہ لیا تھا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

"سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا: برخوردار! میں دیکھتا ہوں کہ تم کو (بامر الٰہی) ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے: ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے انشاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔" (سورہ صافات:۱۰۲)

یہ امتحان کس قدر سخت تھا اس کی طرف اشارہ خود اللہ رب العزت نے: "فلما بلغ معہ السعی" سے فرمایا کہ ارمانوں سے مانگے ہوئے اس بیٹے کو

قربان کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا' اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوت بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو' مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ بالغ ہوچکے تھے۔

یوں تو ذبح کرنے کا یہ حکم براہ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعہ بھی نازل کیا جاسکتا تھا' لیکن خواب میں دکھانے کی بظاہر حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو' خواب کے ذریعہ دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لئے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی' لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ رب العزت کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اس امتحان میں سو فیصد کامیاب ہوئے۔

قربانی کا یہ واقعہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا مظہر ہے وہیں اس واقعہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بھی بے مثال جذبۂ جاں سپاری کی شہادت ملتی ہے' اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم سنی ہی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا' بلکہ محض ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاؑ علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی درحقیقت حکم الٰہی کی ہی ایک شکل ہے' چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکم الٰہی کا ذکر کیا اور والد بزرگوار کو یہ کہہ کر یقین دلایا:

"ابا جان! جس بات کا حکم آپ کو دیا گیا ہے اسے کر گزریئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے غایت ادب اور غایت تواضع کو دیکھئے' ایک تو انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالے کردیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہوسکتی تھی اسے بالکل ختم فرمادیا' دوسرے آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ "انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے" لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا: "انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے" جس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہوجاؤں' تو اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر و تکبر' خود پسندی اور پندار کے ادنیٰ شائبہ کو ختم کرکے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرمادیا۔" (روح المعانی بحوالہ معارف القرآن ۷/۴۵۹ فرید بک ڈپو دہلی)

اللہ رے! یہ جذبہ قربانی اور یہ فدائیت کہ بیٹے کے گلے پر چھری چلادی اور یہ اقدام فدا کاری کہ چھری تلے گردن رکھ دی اور خلیل وذبیح دونوں نے اپنا اپنا حق ادا کردیا' قرآن نے بھی اعلان کردیا:

"تم نے خواب سچ کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔"

(سورہ صٰفٰت:۱۰۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا' اس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور آزمائش میں پورے پورے کامیاب رہے اور یہ ادائے قربانی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اسے رہتی دنیا تک کے لئے یادگار اور قرب خداوندی کا ذریعہ بنادیا گیا' جسے امت مسلمہ ہر سال مناتی ہے اور اس قربانی میں عزیز سے عزیز ترین چیز کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ سچ لکھا' حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے:

"اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے' آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا' اسلام کے لئے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے۔"

اللہ رب العزت پوری امت مسلمہ میں جذبۂ ایثار وقربانی پیدا فرمائے۔ (آمین) ☆......☆

حرام لقمہ کی وجہ سے چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی

"حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کھڑے ہوکر کہا: یارسول اللہ! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمے کھاتے رہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا، قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، حرام لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے، اس کی شوئی کی وجہ سے چالیس دن کی اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، جو گوشت پوست حرام سے پلا وہ جہنمی ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر ۱۰/۲۳۵)

خبروں پر ایک نظر!

قدرتی آفات ہمارے لئے آزمائش اور امتحان ہیں

مختلف مساجد میں توبہ واستغفار اور یوم دعا منایا گیا

کوئٹہ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کی اپیل پر جمعہ کو صوبہ بھر میں زلزلہ کی تباہ کاریوں، اس سے حفاظت کے لئے یوم دعا منایا گیا، مسجد میں زلزلہ میں جاں بحق ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت، بلندیٔ درجات کی دعا، زخمیوں کے لئے جلد صحت یابی اور مصیبت زدہ خاندانوں کے لئے صبر جمیل واجر جزیل اور استقامت کی دعائیں مانگی گئیں۔ صوبائی دارالحکومت کی تمام جامع مساجد میں خطباء اور ائمہ کرام نے خصوصی دعا کرائی۔ جامع مسجد مرکزی میں صوبائی خطیب مولانا انوارالحق حقانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قدرتی آفات آزمائش کا امتحان ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیاروں کے امتحان لیتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے امتحانات لئے گئے، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت عیسیٰؑ کا امتحان لیا گیا، نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ کا میدان کربلا میں امتحان لیا گیا، اللہ تعالیٰ مومن بندوں کے ایسے سانحات میں مزید درجات بلند کر دیتا ہے، زلزلہ اور آفات سماوی ہمارے لئے سبق ہیں، اس لئے تمام مسلمان انابت ورجوع الی اللہ کریں، تمام منکرات سے اجتناب کریں، خصوصاً امانت میں خیانت، بددیانتی، سود خوری اور حرام خوری کی تمام شکلوں اور صورتوں سے پرہیز کریں، سورۂ یٰسین کی تلاوت کا اہتمام کریں، خیر خیرات کریں تاکہ اللہ پاک عذاب کی تمام شکلوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ جامع مسجد قندھاری میں ایک بڑے اجتماع سے مولانا عبدالواحد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے بے حیائی، عریانی، فحاشی اور احکام خداوندی کی پامالی کی جو منظم روش اپنائی ہے، اس سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے رجوع واستغفار اور ذکر الٰہی کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دیں، فرائض وواجبات کا احترام کریں اور گناہوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ آیت کریمہ کا ورد کریں۔ جامع مسجد سنہری میں مولانا عبداللہ منیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حالیہ تباہ کن زلزلہ میں رجوع الی اللہ کی کسی اجتماعی کیفیت کا ظہور نہیں ہوا اور نہ ہی ہماری سیاسی پارٹیاں، عوامی نمائندے خدمت انسانی کے جذبہ سے سرشار ہیں ہر پارٹی لیڈر اور فرد اس عظیم سانحہ کے موقع پر ذاتی پبلسٹی کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، ان میں انسانی جذبہ، باہمی ہمدردی، انسانیت اور جذبہ خدمت کا فقدان ہے، اس لئے تمام مسلمان ایثار واخلاص سے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی خدمت کریں، جامع مسجد صابری میں مولانا مفتی افتخار احمد جیبی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قدرتی آفات ہمارے لئے آزمائش اور امتحان ہیں، اس لئے تمام مسلمان ایسے سانحات سے بچنے کے لئے توبہ واستغفار کریں، جامع مسجد اثنا عشریہ ہزارہ امام بارگاہ میکانگی روڈ میں علامہ مہدی نجفی نے خطبہ جمعہ میں اہل اسلام سے اپیل کی کہ وہ گناہوں سے توبہ کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں، جامع مسجد گول سیٹلائٹ ٹاؤن میں مولانا قاری عبدالرحیم رحیمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمام مسلمان اپنے گھروں میں ٹیلی ویژن بند کردیں اور اللہ تعالیٰ سے مصیبتوں میں محفوظ رہنے کی دعا کریں، جامع مسجد پیر ابوالخیر میں صاحبزادہ محمد ابراہیم مجددی نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی زلزلوں کا باعث بنتی ہے، انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ توبہ استغفار کریں، جامع مسجد ابدالی شالدرہ میں مولانا پیر سید نقیب آغا، جامع مسجد عمر میں مولانا محمد یوسف نقشبندی، جامع مسجد نواں کلی میں مولانا رحمت اللہ موسیٰ خیل، جامع مسجد سراج میں مفتی محمد شفیع نیاز، جامع مسجد بسم اللہ میں مولانا محمد یٰسین عباسی، جامع مسجد شہید کلی اسماعیل میں مولانا عبدالہادی، جامع مسجد مطلع العلوم میں مولانا غلام غوث آریانوی اور دیگر مساجد میں علماء کرام نے خطاب کیا، جامع مسجد قندھاری میں نماز جمعہ کے بعد قرآن خوانی ہوئی، مولانا عبدالواحد نے نصف گھنٹہ خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کرائی، اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں علمائے دیوبند نے قائدانہ کردار ادا کیا: نورالحق نور

پشاور (نمائندہ خصوصی) جامع مسجد صدیق اکبر چوک ہشت نگری میں خطاب کرتے ہوئے مولانا نورالحق نور صاحب رکن مرکزی مجلس شوریٰ اور ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت سرحد نے کہا کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور خاتم الانبیاء کے ارشادات عالیہ کے مطابق امت کے لئے پیغام موجود ہے کہ: ”تمہارے لئے دو امور چھوڑ رہا ہوں ایک کتاب اللہ، اور دوئم اپنی سنت“ جس وقت تک امت مسلمہ نے ان ارشادات عالیہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور اپنی نجی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈالے رکھا فتح و نصرت نے ان کی قدم بوسی کی اور ہر میدان میں اللہ تعالیٰ کی امداد ونصرت ان کو حاصل تھی اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فرنگی

کے اقتدار اور دورِ غلامی میں اہلِ اسلام کو دو محاذوں پر جنگ لڑنی پڑی تھی، ایک امت اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اسلاف کے بلند کئے پرچم اسلام کو بلند رکھنا اور دوسرے دورِ غلامی کے طوق کو مسلسل ضربوں سے پاش پاش کر کے منزل آزادی حاصل کرنا الحمدللہ! ان ہر دو مقاصد کے حصول کی جدوجہد میں عظیم قربانیوں کے بعد مملکت خداداد پاکستان کا قیام وجود میں آیا۔ مولانا نور نے اپنے خطاب میں دورِ غلامی میں متحدہ ہندوستان کی جنگ آزادی پر تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ملت اسلامیہ کے دلوں سے عشق رسول عربی فداہ ابی وامی کو ختم کرنے اور جذبہ جہاد کو مٹانے کی غرض سے فرنگی سامراج نے ایک ایسے خودکاشتہ پودے کی پرورش کی جس نے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان سے اپنے آقا فرنگی کے اشاروں پر رقص کر کے اسلام سے بغاوت کی اور حکومت انگلشیہ اور ملکہ وکٹوریہ سے محبت کے گیت گانے شروع کئے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے لے کر انبیاء علیہم السلام اور سید البشر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بکواس کر کے برطانوی حکومت کی حمایت اور جہاد کے خلاف پچاس الماریاں لکھنے کا دعویٰ کیا، علماء کرام و مشائخ عظام کا عموماً اور علماء دیوبند کا خصوصاً آزادی کی جدوجہد میں قائدانہ کردار تھا جس پر تاریخ آزادی کے صفحات گواہ ہیں اس کے علاوہ ہمارے علماء کرام نے مسلمانوں کے مکمل تعاون کے ساتھ حکومت برطانیہ کے اس خودکاشتہ شجر خبیثہ کے کفریہ عقائد اور ارتدادی سرگرمیوں سے اہل اسلام کے ایمان اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور اس محاذ ختم نبوت پر بھی اپنے فرائض کی ادائیگی میں صف اول میں تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ پاکستان کا قیام: لا الہ الا اللہ کے مقدس نعرہ کے صدقہ میں ہوا اور انشاء اللہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو کر رہے گا۔ حکومت کی غلط پالیسیوں کے متعلق تنقید برائے اصلاح، ہمارا فرض بنتا ہے اور قانوناً اخلاقاً اور شرعاً یہ ہر پاکستانی کا حق ہے لیکن مملکت کے خلاف کسی کو بھی کسی بھی انداز میں کام کرنے کی شریعت اور نہ ہی قانون اجازت دیتا ہے، علماء کرام نے ہمیشہ حکومتی طرز عمل پر اگر کچھ کہا ہے تو تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح کے پیش نظریات کی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے متعلق مولانا نے فرمایا کہ مجلس تمام مسلمانوں کا متحدہ پلیٹ فارم ہے جو دنیا بھر میں رد قادیانیت کے محاذ پر مصروف عمل ہے، تحریر، تقریر کے ذریعہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ ادا کیا جا رہا ہے۔ ملک کی تمام مذہبی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کا مجلس کے قائدین پر مکمل اعتماد ہے۔

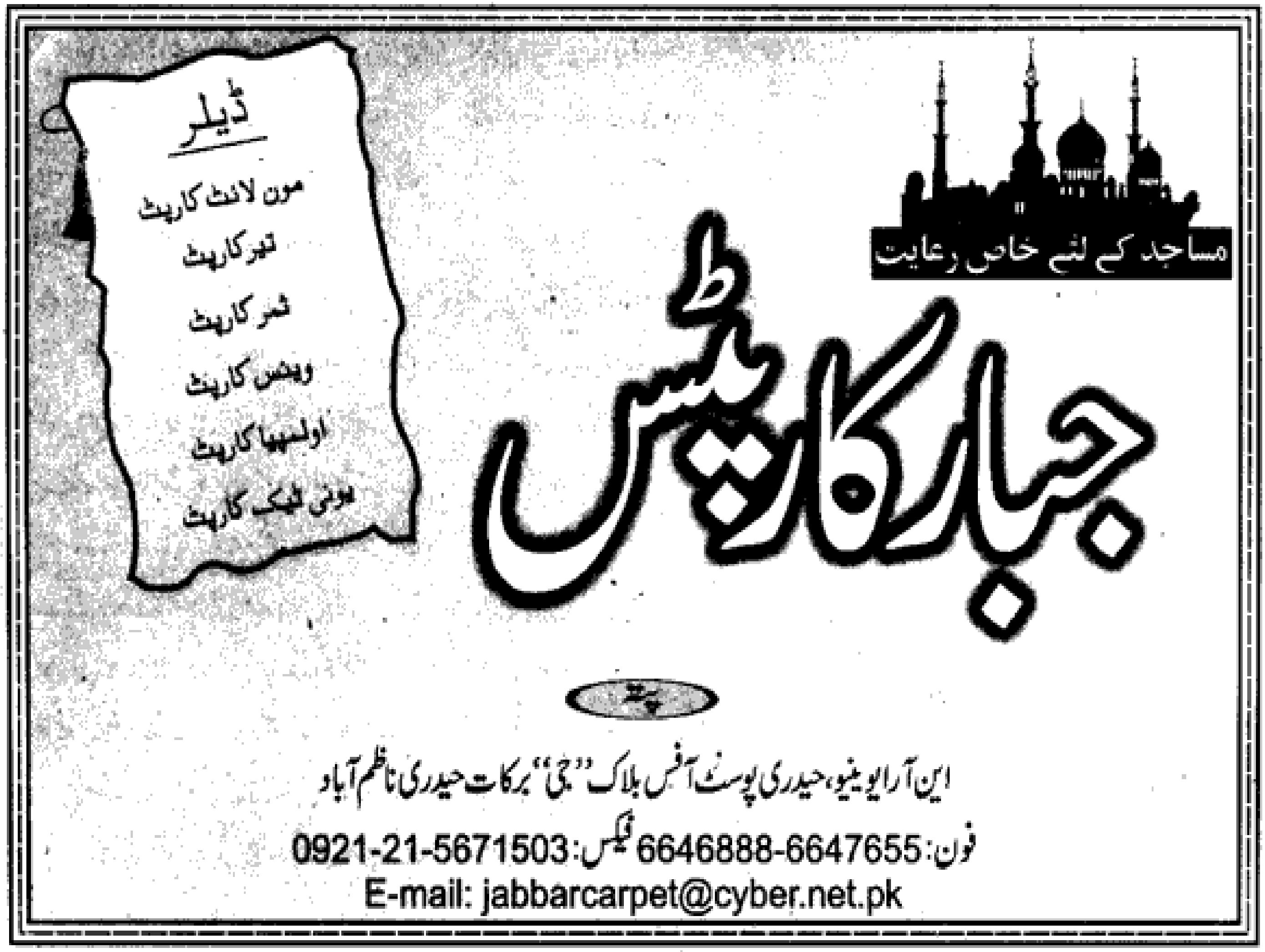

پانچویں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس بیریانوالہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

ٹوبہ ٹیک سنگھ (رپورٹ: مطیع اللہ) ۵، ۶/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو چک نمبر ۲۹۵ گ ب بیریانوالہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بیریانوالہ کے زیر اہتمام پانچویں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں پیر طریقت، رہبر شریعت سیّد جاوید حسین شاہ فیصل آباد، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا خلیل احمد سراج، مولانا غلام حسین مبلغ ختم نبوت جھنگ، مولانا قاضی احسان احمد مبلغ ختم نبوت کراچی، مولانا ضیاء الدین آزاد ماموں کانجن، نومسلم عرفان محمود برق اور مولانا ریاض احمد لاہور، کرنل نوید مشتاق گل لاہور نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ دیگر علماء کرام، نعت خواں اور قرأ حضرات نے شرکت کی اور مسئلہ ختم نبوت پر روشنی ڈالی اور مرزائیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا۔ مولانا اللہ وسایا کا سحر انگیز خطاب سن کر پورے مجمع میں سناٹا چھا گیا اور لوگ دھیمی دھیمی آواز سے رونے لگے۔ مولانا نے کہا کہ: ”لوگو! مرزا قادیانی دجال کذاب نے نعوذ باللہ! اپنے آپ کو محمد رسول اللہ کہا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص:۴، خزائن ص:۲۰۷، ج:۱۸)

پھر مولانا نے حاضرین سے پوچھا: مجھ کو بتاؤ کہ یہ ملعون مرزا قادیانی، امی عائشہؓ، امی حفصہؓ، امی خدیجہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا کیا لگا؟ مولانا غلام حسین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ غلام مرتضیٰ چک نمبر ۳۲۷ گ ب نے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے اس کو اور اس کے حواریوں کو سزائے موت دی جائے۔ کانفرنس کے شرکاء نے حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ قادیانی اپنی شکل وصورت اور ناموں سے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، ان کے سر پر عمامہ، پگڑی اور چہرے سے نبی کی سنت اتاری جائے اور ان کے ہاتھوں سے تسبیح کھینچی جائے اور ان کے جسم سے جبّے اتارے جائیں جیسے عیسائی، ہندو اپنے نام رکھتے ہیں، ایسے ہی ان کے ناموں کے ساتھ لفظ اللہ اور محمد اتار کر قادیانی لگایا جائے تاکہ دور سے ہی پتہ چلے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن مرزائی قادیانی آرہا ہے۔

بیریانوالہ کی صورت حال کچھ یوں ہے کہ تمام مرد وزن نے مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا ہے، بوڑھوں سے لے کر بچوں تک کی زبان پر یہ الفاظ گردش کر رہے ہیں: ”مرزا قادیانی لعنت اللہ تیری تکذیب میرا فرض شریعت، مرزا قادیانی لعنت اللہ تیری تذلیل میری عین عبادت“ جس کا اندازہ ان واقعات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چند ماہ قبل گرمیوں کی چھٹیوں میں کرکٹ کے ٹورنامنٹ ہوئے جس میں ہمارے بھائی قاری محمد اشفاق اور ان کے دوست رانا محمد امجد اور ہمارے نمبردار صاحب کے بیٹے رضا حسین صاحب اور دوسرے ساتھیوں نے کوشش کر کے مرزائیوں کو کھیل سے نکال دیا، چند دن بعد کرکٹ کا دوسرا ٹورنامنٹ ٹوبہ پولیس لائن کے پیچھے ہوا۔ اس میں بھی کسی مرزائی کو حصہ نہیں لینے دیا، جبکہ اکثر کھیل کے میدان میں مرزائی اور ان کے لڑکے آگے نمایاں ہوتے تھے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے تمام کھیل کے میدانوں سے مرزائیوں کو بھاگنا پڑا، ہمارے گاؤں میں تقریباً سات کے قریب والی بال کے نٹ لگتے ہیں، جس میں بھی کئی مرزائی کھیلتے تھے، وہاں پر بھی مسلمان نوجوانوں نے مرزائیوں کو اپنے گراؤنڈوں سے نکال کر اپنے گراؤنڈوں کو پاک کیا، آخر مجبور ہو کر مرزائیوں کے بڑوں نے اپنے لڑکوں کو مسلمانوں کے ساتھ کھیلنے سے روک دیا کہا کہ وہاں پر اگر تم جاؤ گے تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔

ہمارے ایک ختم نبوت کے مجاہد بھائی ذیشان نے اپنے کلب کا نام ہی ختم نبوت کلب رکھ دیا، گرمیوں کی چھٹیوں میں گاؤں کے نوجوانوں نے والی بال ٹورنامنٹ رکھا ہم نے فوراً مولانا اکرم طوفانی صاحب کو دعوت دی انہوں نے بیمار ہونے کی حالت میں اور پابندی کے باوجود ختم نبوت کے لئے ہماری دعوت کو قبول کیا اور رات کو عشاء کے بعد ختم نبوت کے تربیتی کنونشن میں ختم نبوت کی اہمیت بیان کی اور مرزائیوں کی گندی بکواس سے نوجوانوں کو آگاہ کیا یہ ان کا دوسرا چکر تھا جو صرف اللہ کی رضا کے لئے اپنا روپیہ خرچ کر کے آقا کی ناموس کے تحفظ کے لئے ہم جیسے غریبوں کی دعوت کو قبول کیا، ان کے بیان کا نوجوانوں پر بڑا اثر ہوا جس کی وجہ سے نوجوانوں نے کسی مرزائی کو ٹورنامنٹ میں حصہ لینے نہیں دیا یہ انقلاب ہمارے گاؤں میں پہلی مرتبہ تھا۔

۶،۷/ اکتوبر کو ہمارے گاؤں میں آل پاکستان والی بال ٹورنامنٹ تھا، ہم نے اپنے محسن مولانا غلام حسین صاحب کو دعوت دی اور گاؤں کی صورت حال سے آگاہ کیا انہوں نے وہ تاریخ یعنی ۲۹/ رمضان پہلے کسی اور کو دے رکھی تھی پھر اس سے معذرت کی اور وقت پر ہمارے گاؤں میں پہنچے ختم قرآن کریم اور تربیتی کنونشن سے خطاب کیا، جس کے بعد ہمارے گاؤں کے نوجوانوں نے اپنے آل پاکستان ٹورنامنٹ کا نام بھی مولانا اعظم طارق شہید ٹورنامنٹ رکھ دیا اور مرزائیوں کی جگہ مولانا اعظم طارق شہید کے بیٹے مولانا معاویہ اعظم کو مہمان خصوصی بنایا، مرزائیوں سے نہ تو تعاون لیا اور نہ ہی کھیل میں شریک ہونے دیا، اس بات پر ہم ٹورنامنٹ کمیٹی کے بہت مشکور ہیں۔ اس سے پہلے ہم نے ختم نبوت کے اسٹیکر اور ختم نبوت کے کیلنڈر وغیرہ دکانوں، گھروں اور اہم مقامات پر

لگوادیئے، جس کی اطلاع ہمارے گاؤں کے مرزائیوں نے اپنے بڑوں کو چناب نگر بھی کی، وہاں سے نعیم الدین مرزائی ملعون نے ہمارے گاؤں کے لٹریچر کی فوٹو کاپی ساتھ لگا کر ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ڈی پی او کو درخواست دی کہ یہ تفرقہ بازی ہے اور شدت پسندی ہے، اس کو روکا جائے اور یہ باتیں جو کیلنڈر پر لکھی گئی ہیں ہماری کتب میں نہیں ہیں۔ ڈی پی او نے ایک سیکورٹی آفیسر کو ہمارے پاس تحقیق کے لئے بھیجا ہم نے اس سے کہا کہ ڈی پی او ہم کو طلب کرے ہم حوالے دکھانے کو تیار ہیں اور ہم نے سیکورٹی آفیسر کو مرزائیوں کی آقا کے بارے میں گندی بکواسات سے آگاہ کیا اور آفیسر مرزائیوں کو گندی گالیاں دیتا ہوا اور ہم کو دعائیں دیتا ہوا ہم سے رخصت ہوا۔ یاد رہے کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد ہمارے گاؤں میں مرزائیوں نے اپنی عبادت گاہ جس کو وہ مسجد کہتے ہیں گرا کر دوبارہ بنانے کی کوشش کی، جس پر ہمارے والد محترم مولانا انوار اللہ لدھیانویؒ اور ان کے ساتھ مل کر گردو نواح کے مسلمانوں نے مرزائیوں کا خوب مقابلہ کیا۔

پانچویں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر مرزائیوں کی بھرپور کوشش تھی کہ وہ منعقد نہ ہو سکے، پولیس والے بھی بہانہ تلاش کرنے کے لئے بار بار گاؤں والوں سے پوچھتے رہے کہ کسی کو کوئی اعتراض ہو لیکن ہمارے گاؤں کے مرد، خواتین اور بوڑھوں سے لے کر بچوں تک کی ایک ہی آواز تھی کہ پورے گاؤں میں کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہم خود سارے گاؤں والے مل کر کانفرنس کروا رہے ہیں حتیٰ کہ پھر گاؤں کے عیسائیوں کے پاس گئے کہ آپ کو کوئی خطرہ ہو یا کوئی اعتراض ہو انہوں نے بھی صاف کہہ دیا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں، مجبور ہو کر پولیس والوں کو رپورٹ میں لکھنا پڑا کہ پورے گاؤں والے بوڑھوں سے لے کر بچوں تک کانفرنس کروانے کے لئے اور آقا کے ناموس پر قربان ہونے کے لئے متحد ہو چکے ہیں، اگر ان کو اجازت نہ دی گئی، تو یہ کانفرنس ضرور کروائیں گے اور کانفرنس کے منتظم اعلیٰ مولانا لطف اللہ لدھیانوی نے سیکورٹی آفیسر کو بھی کہہ دیا کہ اگر اجازت دیدیں تو آپ کا حصہ بھی ہو جائے گا ورنہ ہم جان کی بازی لگا کر بھی کانفرنس کروائیں گے اور انتظامیہ کارکردگی کو بھی لوگوں کے سامنے بیان کریں گے۔ ڈی پی او نے بار بار اعلیٰ افسران سے میٹنگیں کر کے اور صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے ایک دن پہلے کانفرنس کی اجازت دیتے ہوئے تحفظ ختم نبوت میں حصہ ڈالا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اور بھی ختم نبوت کا کام لے۔ کانفرنس کے منتظم اعلیٰ مولانا لطف اللہ لدھیانوی نے علماء کرام، عوام اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ کانفرنس کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا موسیٰ نے گاؤں کے نوجوانوں کو تحفظ ختم نبوت کے مبارک کام کی مبارکباد دی اور ان کا شکریہ ادا کیا، آخر میں ہمارے مخدوم ولی کامل حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ نے دعا کروائی، جس میں رقت آمیز منظر قائم رہا۔

اسلامی نظریاتی کونسل خلاف شریعت چیزوں کو شریعت باور کرانے کی مذموم کوشش بند کرے: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

کراچی (پ ر) اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین شریعت میں تحریف کرنے اور اپنی فکر وسوچ کو شریعت باور کرانے کی مذموم اور بے ہودہ کوششوں سے باز رہیں۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے راہنماؤں نے کراچی دفتر میں منعقدہ ایک اجلاس میں کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اور جامعہ علوم اسلامیہ کے رئیس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب مدیر مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کراچی کے امیر مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا امداد اللہ، مفتی عبدالمجید دین پوری نے اجلاس میں موجود شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب خالد مسعود صاحب دین و شریعت اور منصوصات اسلام میں تحریف و تنسیخ سے باز رہے اور اپنی الحادی فکر وسوچ کو شریعت باور کرانے کی کوشش کر کے عذاب الٰہی کو دعوت نہ دے۔ انہوں نے مزید کہا کہ شریعت اور احکام شریعت آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما دیئے ہیں جو کہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اور شریعت میں ہر دور اور ہر طبقے کے لئے احکامات موجود ہیں، اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کا مشورہ دینا مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے اور مسلمان اس کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے، بلاشبہ اسلام دین فطرت اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انہوں نے حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ مغرب زدہ ان نام نہاد اسکالروں کو اس اہم منصب سے برطرف کیا جائے اور ان کی جگہ مستند علماء کرام کو اس منصب پر فائز کیا جائے۔ اجلاس سے مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد اعجاز، عبداللطیف طاہر، محمد انور رانا، مفتی عبدالقیوم دین پوری، مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفتی محمد زکریا لدھیانوی اور مفتی عبداللہ حسن زئی، مولانا فخر الزمان، مولانا عبدالملک لدھیانوی، مولانا محمد انس نے بھی شرکت کی۔

Regd: 33-160

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظِ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس ختم نبوت کا تعارف:

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی واصلاحی جماعت ہے۔
- یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔
- تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔
- اندرون وبیرون ملک ۵۰ دفاتر ومراکز ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔
- لاکھوں روپے کا لٹریچر عربی، اردو، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی اور ماہانہ ''لولاک'' ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔
- چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالیشان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے، جہاں علماء کو رد قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔
- ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔
- ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔
- اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔
- افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔
- یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں مخیر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں زکوٰۃ صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو دیجئے

ترسیل زر کا پتہ

مرکزی دفتر عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 061-4583846-061-4514122 فیکس: 0092-61-4542277

اکاؤنٹ نمبر UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 021-2780337 فیکس: 021-2780340

اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے صحیح طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

شیخ المشائخ مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا **عزیز الرحمن** جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت